ماہنامہ محدث بنارس

www.mohaddis.org

سرپرست
عبداللہ سعود بن عبدالوحید

مدیر
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی

معاون مدیر
مولانا عبدالمتین مدنی

عدد مسلسل: ۳۸۶

جلد: ۳۴ ، شمارہ: ۲

جمادی الاولی ۱۴۳۷ھ = فروری ۲۰۱۶ء

بدل اشتراک

- ہندوستان: **150** روپئے
- بیرون ممالک: **40** ڈالر
- فی شمارہ: **15** روپئے

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں

Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank: **ALLAHABAD BANK**
KAMACHHA, VARANASI
A/cNo.2**1044906358**
IFSC Code: ALLA0210547
SWIFT Code: ALLAINBBVAR

مراسلت کا پتہ

Darut Taleef Wat Tarjama
B.18/1-G, Reori Talab,
Varanasi - 221010

اس شمارہ میں

۱-درس قرآن	عبداللہ سعود بن عبدالوحید	۲
۲-درس حدیث	مولانا عبدالمتین مدنی	۴
۳-افتتاحیہ	معاون مدیر	۵
۴-امہات المؤمنین کے فضائل...	مولانا اسعد اعظمی	۷
۵-عصر حاضر میں مسلم نوجوانوں..	مولانا عبدالمبین ندوی	۱۵
۶-مولانا ابوالطیب عبدالصمد...	محمد اسلم مبارک پوری	۲۰
۷-صلہ رحمی کی مشروعیت......	ابوصالح دل محمد سلفی	۲۸
۸-ایفائے عہد کی اہمیت	حافظ عبدالرحیم محمد یونس سلفی	۳۱
۹-امام شافعیؒ اور ان کی شاعری	عبدالغفار سلفی	۳۶
۱۰-حکومت سعودی عرب کے......	عبدالاحد احسن جمیل	۴۰
۱۱-مولانا محمد اسحاق بھٹیؒ کی یاد میں	مصلح نوشہروی	۴۲
۱۲-اخبار جامعہ	ادارہ	۴۳
۱۳-عالم اسلام	ظل الرحمٰن سلفی	۴۴
۱۴-باب الفتاوی	دارالافتاء	۴۵

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

لا إلهَ إلا اللّٰه مُحمّدٌ رَّسُولُ اللّٰه

مفہوم اور تقاضے

عبداللہ سعود بن عبدالوحید

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولاً أَنِ اعْبُدُواْ اللّهَ وَاجْتَنِبُواْ الطَّاغُوتَ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلالَةُ فَسِيْرُواْ فِيْ الأَرْضِ فَانظُرُواْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾. (سورہ نحل:۳۶)

ترجمہ: اور ہم نے ہرامت میں رسول بھیج دیا (اور رسول کے ذریعہ سب کو خبردار کردیا) کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔ پس ان میں سے کسی کو اللہ نے ہدایت بخشی اور کسی پر ضلالت مسلط ہوگئی پس تم خود زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا کچھ ہوا؟

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں صحابی رسول حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان منقول ہے کہ: "كنت رديف النبي ﷺ على حمار فقال لي يا معاذ! .... الخ" میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ان کے کھچر پر آپ کے پیچھے سوار تھا، آپ ﷺ مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا: اے معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں نے جواب دیا: "الله ورسوله أعلم" اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ اس کی ہی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ بنائیں۔ اور اللہ پر بندوں کا حق یہ ہے کہ اگر بندہ شرک نہیں کرتا ہے تو اس کو عذاب نہ دے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: "أفلا أبشر الناس" کیا میں لوگوں کو اس خوش خبری کو سنا نہ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "لا تبشرهم فيتكلوا" مت سناؤ، نہیں تو اس پر بھروسہ کرلیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہی تمام چیزوں کا خالق اور مالک ہے۔ اس میں جن وانسان اور فرشتے سب شامل ہیں۔ اللہ رب العالمین نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ کی نافرمانی کی پاداش میں جنت سے نکال کر دنیا میں آباد کیا تو شیطان بھی ساتھ ساتھ لگا رہا۔ شیطان ابلیس نے اللہ سے قسم کھا کر اس عہد کو دہرایا ہے کہ بنی آدم کو گمراہی میں ڈال کر ناشکرا بناؤں گا تاکہ جنت میں نہ جاسکے، کیونکہ ابلیس اچھی طرح سے جانتا ہے کہ اللہ کو کیا چیز سب سے زیادہ ناپسند ہے، جس کے ارتکاب کے بعد دوبارہ جنت میں بنی آدم کا داخلہ محال ہوجائے گا۔ قرآن مجید میں اللہ کا بیان موجود ہے: ﴿إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللّهِ فَقَدْ

حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾ (سورہ مائدہ:۷۲) بیشک جوکوئی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے گا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

ابلیس اور اس کی پوری ٹیم انسانوں کو گمراہ کرنے میں لگی ہے۔ آج حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کی تعداد سات سو کروڑ سے زیادہ ہے۔ ان میں کتنے لوگ ہیں جو صرف اپنے خالق اللہ رب العالمین کی ہی عبادت کرتے ہیں اور شرک سے دور ہیں۔ اور یہ بھی دیکھیں کہ بنی نوع انسان میں طاغوت کی عبادت کرنے والوں کی تعداد کیا ہے؟

بنی آدم کی بہت بڑی تعداد توحید سے دور اور شرک میں مبتلا ہے اور اپنے نفس کی تسلی اور اطمینان کے لیے اکثریت میں ہونے کو ٹھیک سمجھتی ہے۔ کیا یہ دھوکا نہیں ہے؟ ابلیس نے دعوی سے کہا تھا: ﴿وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ﴾ (سورہ اعراف:۱۷) کہ اے اللہ تو (بنی آدم میں) اکثر کو اپنا شکر گزار نہیں پائے گا۔ اور اس بات کو اللہ نے بھی کہا ہے: ﴿وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ﴾ (سورہ سبأ:۱۳) میرے بندوں میں شکر گذار کم ہی ہیں۔

اللہ تعالی نے انسانوں کو دنیا میں بسانے کے بعد بے یار و مددگار نہیں چھوڑا۔ ہر قوم میں اپنا رسول بھیجا جو آ کر بتاتے تھے کہ اللہ کی ہی عبادت کرو اور طاغوت کی عبادت سے بچو۔ طاغوت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اللہ کے علاوہ پوجے جاتے ہیں یا ان سے مدد طلب کی جاتی ہے یا ان کی نذر مانی جاتی ہے یا ان سے ڈرا جاتا ہے۔

اللہ کے آخری رسول محمد بن عبداللہ علیہ افضل الصلاۃ والسلام کو اللہ نے چالیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز فرمایا اور آپ اللہ کے آخری پیغمبر و رسول ہیں۔ ۲۳ سال تک آپ نے اللہ کے احکامات کو لوگوں تک پہنچایا اور تبلیغ رسالت مکمل کی۔ ان میں آدھے سے زائد سالوں میں آپ صرف اسی توحید کی تبلیغ کرتے اور شرکیہ اعمال سے لوگوں کو ڈراتے رہے۔ جو "لا إلٰہ إلا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ" کا مفہوم اور تقاضا ہے۔

(جاری)

☆☆☆

درس حدیث

رفع یدین: نماز کی ایک اہم سنت

مولانا عبدالمتین مدنی

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ. (صحیح بخاری ح:۷۳۵، صحیح مسلم ح:۳۹۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے مونڈھے کے برابر اٹھاتے اور جب آپ رکوع کے لیے تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی آپ اسی طرح رفع یدین کرتے تھے۔

رفع یدین نماز کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے، اس کا ذکر بکثرت صحیح حدیثوں میں وارد ہے، امام سیوطی نے اپنی کتاب الازهار المتناثرة في الاخبار المتواترة میں رفع یدین کی حدیث کے متواتر ہونے کا دعوی کیا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی:۸۹/۲-۹۰)

صحیحین کی اس حدیث میں تین موقعوں پر رفع یدین کا تذکرہ ہے، تکبیر تحریمہ، رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت۔ بعض احادیث میں تشہد اول کے بعد تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہونے کے وقت بھی رفع یدین ثابت ہے۔ (صحیح بخاری:۷۳۹) اس حدیث میں مونڈھے کے برابر رفع یدین کا ذکر ہے جبکہ دیگر احادیث میں یہ وارد ہے کہ رفع یدین کان کی لو تک کیا جائے۔ (صحیح بخاری ح ۷۳۷، صحیح مسلم ح ۳۹۱) شارحین حدیث نے اسے تعدد واقعہ پر محمول فرمایا اور تحریر کیا ہے کہ دونوں حدیثوں پر عمل کیا جا سکتا ہے اس لیے کہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔

رفع یدین کرتے وقت ہتھیلی کا رخ قبلہ کی سمت اور انگلیوں کا رخ آسمان کی طرف ہونا چاہیے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ہتھیلی قبلہ کی طرف اسی طرح سیدھی ہو جس طرح حالت سجدہ میں زمین پر سیدھی رکھی جاتی ہے۔

اس تشریح کی روشنی میں ہم رفع یدین کرنے والوں کے عمل کو دیکھیں، ایک بڑی تعداد کوتاہی کی شکار ہے۔ کسی کا ہاتھ کندھے تک بھی نہیں پہنچتا تو کسی کی پوری ہتھیلی کھلی نہیں رہتی اور کسی کی ہتھیلی کا رخ قبلہ سمت نہیں ہوتا۔ دعوی کرتے ہیں اتباع سنت کا لیکن عمل کا حال یہ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "صلوا كما رأيتموني أصلي" (صحیح بخاری ح:۶۳۱) جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اسی طرح نماز پڑھو۔

اس لیے نمازی اگر یہ چاہتا ہے کہ اسے نماز کا پورا اجر وثواب ملے تو اسے چاہیے کہ نماز کا ہر عمل صحیح طریقہ پر ادا کرے۔

مساجد کے ائمہ سے بھی گزارش ہے کہ وہ مصلیان پر نظر رکھیں، اگر خلاف سنت کوئی عمل دیکھیں تو تنبیہ فرما دیں اور اگر کوئی کوتاہی ایسی ہو جس کے شکار زیادہ لوگ ہوں تو انہیں عام نصیحت کریں۔

☆☆☆

افتتاحیہ

داعی اوراس کا کردار

معاون مدیر

امت محمدیہ کی شان اوراس کا امتیاز یہ ہے کہ یہ امت امت دعوت ہے، خیر کی طرف بلانا اور شر وفساد سے روکنا اس امت کا خاص وصف ہے، قرآن وحدیث میں اس کے دلائل موجود ہیں۔

قرون اولی سے لے کر آج تک امت اس فریضہ کو کسی نہ کسی صورت میں انجام دیتی چلی آئی ہے، اگرچہ بعض ادوار میں حالات کی نامساعد ہونے یا داعیان حق کی اپنی تقصیر اور کمزوری کا خمیازہ دعوت کے عمل کو بھگتنا پڑا اور نتیجہ اطمینان بخش نہ رہا۔

ملک کے موجودہ تناظر میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ آج اس عمل پر جتنی رقم صرف کی جاتی ہے یا اس عمل سے جتنے افراد جڑے ہوئے ہیں وہ پہلے کے مقابلہ میں کئی گنا ہیں، لیکن اس کے باوجود بعض علاقوں میں نتیجہ مایوس کن ہے۔اس کے متعدد اسباب ہو سکتے ہیں جن میں سے ایک بڑی وجہ داعیان حق کے کردار وعمل کا مثالی نہ ہونا ہے۔

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دعوتی عمل کا عمل صالح سے گہرا تعلق ہے بلکہ فرمان باری تعالی ہے: ﴿ومن أحسن قولا ممن دعا إلى الله وعمل صالحا وقال إنني من المسلمين﴾ (فصلت:۳۳) اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ یقیناً میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

سورہ عصر میں اللہ نے فرمایا: ﴿إلا الذين آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر﴾ (عصر:۳) سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور (جنہوں نے) آپس میں حق کی وصیت کی اور صبر کی وصیت کی۔

حضرت موسی علیہ السلام کو جب پیغمبری عطا کی گئی تو انھوں نے اپنے بھائی ہارون کو بھی پیغمبر بنانے کی دعا کی ﴿واشركه في أمري كي نسبحك كثيرا ونذكرك كثيرا﴾ (طہ:۳۲-۳۴) اور اسے میرا شریک کار کردے تاکہ ہم دونوں بکثرت تیری تسبیح بیان کریں اور بکثرت تیری یاد کریں۔

اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے مخاطب ہوکر فرمایا: ﴿وما أريد أن أخالفكم إلى ما أنهاكم عنه﴾ (ھود:۸۸) میرا ارادہ یہ نہیں ہے کہ میں تمہاری مخالفت کر کے خود اس چیز کی طرف جھک جاؤں جس سے میں تمھیں روک رہا ہوں۔

ان تمام آیات سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ داعیان حق کے لیے کردار وعمل کی پاکیزگی کتنی ضروری ہے، اس لیے اللہ رب العزت نے بطور سرزنش فرمایا: ﴿أتأمرون الناس بالبر وتنسون أنفسكم وأنتم تتلون

الکتاب أفلا تعقلون﴾ (بقرہ:۴۴) کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو؟ اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو باوجود یہ کہ تم کتاب پڑھتے ہو، کیا اتنی بھی تم میں سمجھ نہیں۔

صحیح حدیثوں میں بھی اس بات کی اہمیت کو بتلایا گیا، ایک مشہور حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: "لا تزول قدما عبد یوم القیامة حتی یسأل عن أربع خصال وفیه عن علمه ماذا عمل فیه" (صحیح الترغیب والترھیب، ح:۳۵۹۳) کسی شخص کا قدم قیامت کے دن اپنی جگہ سے نہیں ہٹے گا یہاں تک کہ اس سے چار باتوں کے بارے میں سوال نہ کیا جائے اور ان باتوں میں یہ بات بھی ہوگی کہ اس نے اپنے علم کے مطابق کتنا عمل کیا؟

ایک دوسری حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے لوگوں کی مثال اس چراغ سے دی جو اپنی روشنی سے خود استفادہ نہیں کرتا: "مثل الذین یعلم الناس الخیر وینسی نفسه کمثل السراج یضيء للناس ویحرق نفسه" (صحیح الجامع: ۵۸۳۷) اس شخص کی مثال جو لوگوں کو بھلائی کی باتیں بتلاتا ہے اور اپنے آپ کو بھول جاتا ہے یعنی خود اس پر عمل نہیں کرتا اس چراغ کے مانند ہے جو دوسروں کو روشنی دیتی ہے اور اپنے آپ کو جلاتی ہے۔

ان نصوص سے یہ معلوم ہوا کہ ایک داعی اور مبلغ حسن عمل کا پیکر ہو، صوم وصلاۃ کا پابند ہو، شرعی وضع قطع کا حامل ہو، اخلاقی برائیوں کا شکار نہ ہو، فرائض کو ادا کرنے والا اور محرمات سے بچنے والا ہو۔

ایک شخص جو اپنے کردار وعمل کو سنوار کر دعوت کے میدان میں آئے گا تو حسن عمل کی طاقت سے عوام پر جو تاثیر چھوڑے گا وہ زیادہ دیرپا ہوگی بنسبت اس شخص کے جو کردار وعمل سے کورا ہوا گرچہ وہ بڑا فنکار اور چرب زبان ہو، لیکن اس کی باتیں کانوں کے پردے تک ہی رہ جائیں گی دلوں میں نہیں اتریں گی۔

اس لیے آج جلسوں کے لیے مقررین کے انتخاب میں جب اس اہم عنصر کو نظرانداز کر دیا گیا تو جلسوں میں مشاعرے کا رنگ غالب ہونے لگا، دعوت کی روح ان سے نکل گئی، مقصد صرف بھیڑ جمع کرنا ہی رہ گیا، ایسے جلسوں سے اس امت کو کیا حاصل؟ اور ان جلسوں میں پیسہ صرف کرنے کا کیا فائدہ؟

اللہ جزائے خیر دے فاضل رفیق کار شیخ اسعد اعظمی صاحب کو آپ نے اس حساس موضوع پر قلم اٹھایا اور اصلاحی جلسوں کی اصلاح کی ضرورت کے نام سے ایک کتابچہ ترتیب دیا جس میں اصلاح طلب باتوں کی نشان دہی فرمائی۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ جلسوں کو ان کی اصل روش کی طرف لوٹایا جائے تاکہ وہ دعوت وتبلیغ کے مقصد کو ادا کریں اور عوامی دباؤ کی پرواہ کیے بغیر اس اسٹیج کو ایسے تمام افراد سے پاک رکھا جائے جو اپنے کردار وعمل کو پاکیزہ نہ رکھ سکیں اس لیے کہ یہ پیغمبرانہ مشن ہے اور اس مشن کو کما حقہ وہی ادا کر سکتے ہیں جن کے کردار وعمل پر انبیاء کرام کی سیرت کا پرتو ہو۔ اور جنھوں نے محض پیشہ کے طور پر اس میدان کو اختیار کیا ہے ان سے مقصد دعوت یعنی اصلاح کی کیا توقع؟ اور جب وہ مقصد کو ہی پورا نہیں کر سکتے تو اس طرح کا بے مقصد کام کرنا کہاں کی دانشمندی ہے؟ یا لیت قومی یعلمون!

امہات المؤمنین کے فضائل ومناقب

قرآنی آیات کی روشنی میں

(۳-۳) مولانا اسعد اعظمی/استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس

۱۲- ازواج کی نبی ﷺ کی طرف نسبت:

نحو کا مشہور قاعدہ ہے کہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے تخصیص یا تعریف وغیرہ کا فائدہ حاصل کرتا ہے۔ یعنی اگر مضاف الیہ نکرہ ہو تو مضاف میں یک گونہ تخصیص پیدا ہوجاتی ہے۔ جیسے: غلام رجل۔ اس میں تخصیص اس طرح آئی کہ رجل کا غلام ہے امرأۃ کا نہیں۔ اور اگر مضاف الیہ معرفہ ہو تو مضاف کو معرفہ کا درجہ مل جاتا ہے۔ جیسے: غلام زید۔

اسی طرح مضاف اپنے مضاف الیہ سے شرف وفضیلت کا اکتساب بھی کرتا ہے۔ جیسے بیت الله، ناقة الله۔ اس اعتبار سے زوج یا ازواج کی اضافت رسول اللہ ﷺ کی طرف جب کی جاتی ہے تو یقیناً آپ کی عظمت ومنزلت اور شرف وفضل سے ازواج کا مستفید ہونا واضح ہے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر امہات المؤمنین کو (ازواج النبی) اور (نساء النبی) کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔ لہٰذا اسے بھی امہات المؤمنین کے قرآن سے ثابت شدہ فضائل میں شمار کیا جاتا ہے۔ صاحب رحمۃ للعالمین نے اس تعلق سے بڑی عمدہ تحقیق فرمائی ہے۔ طوالت کے باوجود علمی اور دلچسپ ہونے کی بنا پر اسے من وعن نقل کیا جاتا ہے۔ مصنف لکھتے ہیں:

''....اللہ تعالیٰ نے ان (امہات المؤمنین) کو ازواج النبی کے خطاب عالی سے یاد فرمایا ہے۔ زبان عرب میں لفظ زوج کا استعمال متشابہ، متشاکل اور متساوی اشیاء پر کیا جاتا ہے۔ مثلاً: زوجا خف۔ جراب کے دونوں پاؤں۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ﴾ (۳۷:۲۲)(صافات:۲۲)

یعنی ظالموں کو اور جوان جیسے تھے جمع کرو۔

دوسرے مقام پر ہے:

﴿وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ﴾ (۸۱:۷) (تکویر:۷)

یعنی جب ہر ایک گروہ کو قسم وار کیا جائے گا۔ صالح کو صالح کے ساتھ، فاجر کو فاجر کے ساتھ ملایا جائے گا۔

پس جب ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام صدق التیام میں ''ازواج النبی'' فرمایا تو یہ خطاب فی الواقع ان کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتصال دوام اور تشاکل تام کا مظہر ہوگیا۔

اس نکتہ کے مزید انشراح کے لیے آپ تمام قرآن مجید پر تدبر فرمائیں کہ ایک بھی مثال ایسی نہیں ملے گی کہ کسی عورت کو کسی مرد کا یا کسی مرد کو کسی عورت کا زوج بتایا گیا ہو۔ دونوں میں اتحاد ظاہری و باطنی اور وحدت ازدواجی وایمانی پائی نہ جاتی ہو۔

اس نکتہ کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن پاک نے لفظ امرأۃ کے استعمال میں یہ تقید نہیں کیا بلکہ اس کا استعمال ہر چہار صورت ہائے ذیل میں ہوا ہے:

۱۔ جب زن وشوہر ہر دو کافر ہوں۔ ابولہب اور اس کی عورت کے لیے فرمایا:

﴿وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾ (۱۱۱:۴) (مسد:۴) اس کی عورت لکڑیوں کے چننے والی۔

۲۔ جب شوہر مومن اور عورت کافر ہو۔ فرمایا:

﴿اِمْرَأَةَ نُوحٍ وَامْرَأَةَ لُوطٍ﴾ (۶۶:۱۰) (تحریم:۱۰) نوح اور لوط کی عورتیں

۳۔ جب عورت مومنہ اور شوہر کافر ہو۔ فرمایا:

﴿اِمْرَأَةَ فِرْعَوْنَ﴾ (۶۶:۱۱) (تحریم:۱۱) فرعون کی عورت

۴۔ جب زوجین مومن ہوں: حضرت زکریا علیہ السلام اپنی بیوی کی بابت فرماتے ہیں:

﴿وَكَانَتِ امْرَأَتِیْ عَاقِرًا﴾ (۱۹:۵) (مریم:۵) میری عورت بانجھ ہے۔

حضرت ابراہیم کے قصہ میں ہے:

﴿فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِیْ صَرَّةٍ﴾ (۵۱:۲۹) (ذاریات:۲۹) اس کی عورت جماعت میں آئی۔

صورت اول کی وجہ یہ ہے کہ لفظ زوج عزت کا خطاب ہے۔ ابولہب اور اس کی عورت کو یہ خطاب نہیں مل سکتا ہے۔

صورت دوم وسوم کی وجہ یہ ہے کہ لفظ زوج میں تشاکل وتساوی ہوتا ہے، نہ کافر عورت مسلمان شوہر سے مشاکلت رکھتی ہے اور نہ مسلمان عورت کافر شوہر سے۔ اس لیے لفظ ''امرأۃ'' پر اکتفا ہوئی۔

صورت چہارم کی وجہ یہ ہے کہ حضرت زکریا اور حضرت ابراہیم کی بیویوں کے حمل اور ولادت کا ذکر تھا اور یہ ذکر ''امرأۃ'' کے ساتھ کیا جانا زیادہ بلیغ تھا۔ کیونکہ لفظ زوج کا اطلاق مرد اور عورت ہر دو پر نافذ ہوتا ہے۔ البتہ کوتاہ فہم شخص کے ازالہ شبہ کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی کیا کہ حضرت زکریا کی بیوی کا ذکر دوسری آیت میں لفظ زوج سے بھی فرمایا۔

﴿وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَه﴾ (۲۱:۹۰) (انبیاء:۹۰) یعنی ہم نے اس کی بیوی کے مرض کی اصلاح کردی۔

اور حضرت ابراہیم کی بیوی کی بابت زبان ملائک سے یہ بیان فرمایا:

﴿رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ﴾ (۱۱:۷۳) (ہود:۷۳) اے گھر والی تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں۔

غرض لفظ زوج کے استعمال کی بابت اللہ تعالیٰ کا یہ التزام اور لفظ امرأۃ کے استعمال میں یہ عدم التزام ہماری دلیل کو

خوب مستحکم کرتا ہے۔

اب یاد رکھنا چاہیے کہ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ تحریم میں دو دفعہ اور سورہ احزاب میں چار دفعہ (ازواج النبی) صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا گیا ہے۔اسی سے ان کا شرف اور فضیلت آشکار ہے۔''(۱)

مخصوص ازواج کے فضائل

اب تک جن قرآنی فضائل کا ذکر ہوا ان کا تعلق جملہ ازواج مطہرات سے عمومی طور پر تھا۔اس کے علاوہ قرآن کریم میں کچھ ایسی آیات بھی ہیں جن سے نبی ﷺ کی کسی خاص زوجہ مطہرہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ذیل میں ان کا بھی مختصراً ذکر کیا جارہا ہے:

۱-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا:

حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب قرآن کریم واحادیث شریفہ میں اس کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ مشکل ہے۔سطور ذیل میں قرآن میں واردان کے دونوع کے فضائل کا مختصراً تذکرہ کیا جارہا ہے۔

(۱)حادثہ افک سے متعلق قرآنی آیات

۵ھ میں غزوہ بنی مصطلق سے واپسی کے موقع پر مسلم لشکر نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔اس غزوہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔مدینہ واپسی کے سفر میں پیش آنے والے ایک واقعہ کا سہارا لے کر بعض لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تعلق سے بدگمانیاں پھیلانی شروع کیں،یہاں تک کہ بدکاری تک کی بات پھیلانے لگے، ان میں سرفہرست منافقین اوران کا سرغنہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔

اللہ کے رسول ﷺ کا اس تہمت یا افواہ سے متاثر اور مغموم ہونا فطری امر تھا۔آپ اس سلسلے میں صحابہ سے مشورہ کرتے اوران کا عندیہ لیتے تھے۔ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رورو کر براحال ہورہا تھا۔پورے ایک ماہ تک بے یقینی اور بے چینی کی کیفیت رہی۔اس کے بعد اللہ جل جلالہ کی طرف سے تقریباً ۱۶/آیات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت اور عفت و پاکدامنی کا اعلان ہوا،اور مدینہ کی فضا سے شک وشبہے اور قلق واضطراب کے بادل چھٹ گئے۔اور منافقین بری طرح رسوا ہوئے۔اس واقعہ کو حادثہ افک کے نام سے جانا جاتا ہے۔یہ نام اس سلسلے میں نازل ہونے والی پہلی آیت ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاؤُوا بِالْإِفْكِ...﴾ سے لیا گیا ہے۔سورہ نور کی آیت نمبر(۱۱) سے آیت نمبر(۲۶) تک اسی واقعے اوراس سے متعلق تفصیلات واحکام کا بیان ہے۔ان آیات کے نزول سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رتبہ بلند سے بلند تر ہوگیا۔ان کی پاک دامنی اور طہارت کی آواز سے زمین وآسمان گونج اٹھے اور وہ وحی اتری جس کی قیامت تک محرابوں اور نمازوں میں تلاوت کی جائے گی۔

(۱)رحمۃ للعالمین:۲/۱۳۳-۱۳۵۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس موقع پر کہا تھا کہ مجھے اپنی پاکی اور صفائی کی وجہ سے یقین تھا کہ نبی ﷺ کو خواب میں میرے بارے میں مطلع کر دیا جائے گا۔ مجھے اس کا گمان بھی نہ تھا کہ میرے حق میں وحی الٰہی کا نزول ہوگا۔(۱)

خود صحابہ کرام فخر سے آپ کی اس منقبت کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مرض الموت میں ان کی عیادت کے لیے گئے تو ان کی دل جوئی وتسلی کے لیے جو الفاظ کہے ان میں یہ جملے بھی تھے:

"...زوجة رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولم ينكح بكرا غيرك، ونزل عذرك من السماء"(۲)

آپ زوجہ رسول ہیں، آپ کے علاوہ کسی کنواری عورت سے آپ نے شادی نہیں کی، آپ کی براءت کا اعلان آسمان سے اترا۔

ائمہ اربعہ سمیت بہت سارے علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اب بھی اگر کوئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس تہمت سے متہم کرتا ہے تو کفر کا مرتکب مانا جائے گا اور اسلام سے خارج شمار کیا جائے گا کیوں کہ اس نے قرآن کی سولہ آیتوں کی تکذیب کی۔ امام مالک رحمہ اللہ کا تو یہ فتویٰ تھا کہ جس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو محض گالی دی، بھلے بدکاری کی تہمت نہیں لگائی تو اسے قتل کر دیا جائے گا، کیوں کہ وہ قرآن کا منکر ہے۔(۳)

مشہور معتزلی مفسر زمخشری لکھتے ہیں کہ پورا قرآن دیکھ ڈالو اور گناہ کاروں کے بارے میں جتنی بھی وعیدیں آئی ہیں سب کے لب ولہجہ کا مطالعہ کرو تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ پر تہمت کے سلسلے میں جتنی سخت وعید فرمائی ہے اتنی کسی اور گناہ پر نہیں فرمائی۔(۴)

(ب) آیت وضوء وتیمّم کا نزول:

اسی طرح کے ایک دوسرے سفر میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار کے گم ہوجانے کی وجہ سے ایک پڑاؤ کے بعد وہاں سے کوچ کرنے میں صحابہ کو تاخیر ہونے لگی یہاں تک کہ نماز کا وقت آ گیا اور وہاں پانی نہیں تھا کہ وضو کریں، اس وقت تک تیمّم کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انھوں نے اپنی بیٹی کے پاس جا کر انہیں سرزنش کی۔ ادھر رحمت الٰہی جوش میں آتی ہے اور قرآن کریم میں تیمّم والی آیت نازل ہوتی ہے.....﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلاةِ فاغْسِلُواْ وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُواْ بِرُؤُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِن كُنتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُواْ وَإِن كُنتُم مَّرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاء أَحَدٌ مَّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لاَمَسْتُمُ النِّسَاء فَلَمْ تَجِدُواْ مَاء فَتَيَمَّمُواْ صَعِيْداً طَيِّباً فَامْسَحُواْ بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيْكُم مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ

(۱) صحیح بخاری: ۴۷۵۰۔ (۲) صحیح بخاری: ۴۷۵۳۔
(۳) الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ابن تیمیہ ص: ۳۹۱۔ (۴) تفسیر کشاف: ۲۲۳/۳ (تفسیر آیت (۲۴) سورہ احزاب)۔

وَلَـكِن يُرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (مائدہ:۶)

فرط مسرت سے اماں عائشہ کے حق میں دعائیہ کلمات سے صحابہ کرام کی زبانیں تر ہو جاتی ہیں۔حضرت اسید بن حضیر ام المومنین کو خطاب کرکے فرماتے ہیں:"جزاك الله خيرا، فو الله مانزل بك امر قط الا جعل الله لك منه مخرجا، وجعل للمسلمين فيه بركة۔"اور ایک روایت میں ہے کہ:"ماهى بأول بركتكم يا آل ابى بكر۔"(۱)

اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین اجر عطا کرے، آپ کے اوپر جب بھی کوئی مصیبت اتری تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دفعیہ کا انتظام فرما دیا اور مسلمانوں کے لیے بھی اس میں برکت ہوئی.....اے ابوبکر کی اولاد یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔

خود صدیق اکبر جو کچھ پہلے اپنی صاحب زادی پر ناراضگی کا اظہار فرمارہے تھے کہنے لگے۔"والله ماعلمت يا بنية انك لمباركة، ماذا جعل الله للمسلمين فى حبسك اياهم من البركة واليسر"(۲)

بیٹی! مجھے کیا معلوم تھا کہ تو اتنی برکت والی ہے۔تو نے لوگوں کو کیا روک رکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی وجہ سے ان کے لیے برکت اور آسانی کا انتظام فرما دیا۔

۲-حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا:

حضرت زینب بنت جحش رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کی صاحبزادی تھیں۔ان کی شادی پہلے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی جو رسول اکرم ﷺ کے متبنیٰ (منہ بولے بیٹے) تھے۔لیکن حضرت زید کے ساتھ ان کا نباہ نہ ہوسکا اور انہوں نے طلاق دے دی۔خاتمہ عدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی ﴿فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَراً زَوَّجْنَاكَهَا...﴾(احزاب:۳۷) جب زید نے ان سے اپنی ضرورت پوری کرلی تو ہم نے انہیں آپ کی زوجیت میں دے دیا۔دراصل یہ شادی تبنیت (بیٹا بنانے) کی رسم توڑنے کی غرض سے کرائی گئی تھی جو عرب معاشرہ میں پشتہا پشت سے چلی آرہی تھی۔اس کی تفصیل سورہ احزاب کی تفسیر اور کتب سیرت میں دیکھی جاسکتی ہے۔

آیت کریمہ کا یہ جملہ (زَوَّجْنَاكَهَا)''حضرت زینب سے آپ کی شادی ہم نے کرائی'' تا قیامت قرآن میں پڑھا جانے والا یہ الٰہی فرمان ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے لیے کتنا بڑا تمغہ امتیاز ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔حضرت زینب اپنی سوکنوں سے کہا کرتی تھیں کہ:"زوجكن اهاليكن وزوجنى الله من فوق سبع سماوات۔" (۱) (رسول اکرم ﷺ سے) تمہاری شادی تمہارے گھر والوں نے کرائی اور میری شادی اللہ رب العزت نے سات آسمان کے اوپر سے کرائی ہے۔

(۱) صحیح بخاری:۳۳۴، ۳۳۶، صحیح مسلم:۳۶۷۔

(۲) مسند احمد:۲۵/۳۶، ابن ماجہ:۵۶۵، بسند صحيح۔

(۱) صحیح بخاری:۷۴۲۰، سنن ترمذی:۳۲۱۳۔

کچھ دیگر فضائل

آیات قرآنیہ سے ثابت امہات المؤمنین کے اجتماعی وانفرادی فضائل کے ذکر کے بعد ان کے کچھ ایسے فضائل کا مختصرا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے جو قرآنی نص میں تو مذکور نہیں لیکن ان کا من جانب اللہ ہونا ایک طرح سے متحقق ہے۔ مثلا حضرت جبرئیل کا بعض ازواج کو سلام عرض کرنا، جنت کی بشارت دینا وغیرہ وغیرہ۔ اور ظاہر بات ہے کہ جبرئیل کی آمد باذن الٰہی ہی ہوا کرتی ہے۔ ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ ..﴾ (مریم:۶۴) ہم تیرے رب کے حکم کے بغیر وارد نہیں ہوتے۔ ملاحظہ ہوں اس نوعیت کے کچھ فضائل:

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جبرئیل نبی ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! ابھی خدیجہ آپ کے پاس ایک برتن جس میں کچھ کھانے پینے کی چیز ہے لے کر حاضر ہوتی ہیں۔ آپ ان سے رب العالمین کا سلام، نیز میرا سلام کہہ دیجیے۔ اور ان کو ایک ایوان جنت کی بشارت دے دیجیے جو خالص مروارید سے ہوگا جس کے اندر کوئی رنج والم نہیں۔ (۱)

علامہ سلیمان منصور پوری اس روایت کو ذکر کر کے حاشیہ لگاتے ہیں کہ:

''رب العالمین کا سلام، یہ ایسا شرف ہے جو حضرت خدیجہ کے سوا دنیا کی کسی عورت کو حاصل نہیں۔'' (۲)

اس روایت میں حضرت جبرئیل کی زبانی ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تین فضائل کا تذکرہ ہوا:

۱۔ اللہ رب العالمین کا سلام ۲۔ حضرت جبریل امین کا سلام ۳۔ جنت کی بشارت

۲۔ جبریل امین کا سلام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی پیش ہو چکا ہے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: یہ جبریل ہیں اور تم کو سلام کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ نے جواب دیا: ان پر بھی سلام اور اللہ کی رحمت ہو۔ (۳)

۳۔ حضرت عائشہ سے نبی کی شادی من جانب اللہ تھی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تین شب خواب میں تجھے اس طرح دیکھتا رہا کہ ایک فرشتہ حریر سفید کے پارچے میں تجھے میرے سامنے لاتا اور کہتا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں۔ میں پردہ اٹھا کر چہرہ دیکھتا تو بالکل تیرا ہی چہرہ ہوتا۔ میں یہ دیکھ کر کہہ دیا کرتا تھا کہ اگر یہ (اطلاع) اللہ کی جانب سے ہوگی تو وہ خود ہی اسے پورا بھی کرے گا۔ (۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہ شادی کا اہتمام حظیرۃ القدس میں کیا گیا تھا اور نبی

(۱) صحیح بخاری: ۳۸۲۰، صحیح مسلم: ۲۴۳۲۔ (۲) رحمۃ للعالمین: ۱۴۶/۲۔
(۳) صحیح بخاری: ۳۷۶۸، صحیح مسلم: ۲۴۴۷۔ (۴) صحیح بخاری: ۳۸۹۵، صحیح مسلم: ۲۴۳۸۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شادی کو من جانب اللہ قرار دیا تھا۔

۴-حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا جبریل کی جانب سے تزکیہ اور جنت کی بشارت:

متعدد روایتوں میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کو ایک طلاق دی۔حضرت جبریل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا:

"راجع حفصة فإنها صوامة قوامة، وإنها زوجتك فی الجنة۔" (۱)

اے نبی! حضرت حفصہ سے مراجعت کر لیجیے، کیونکہ وہ بڑی روزہ دار اور عبادت گزار ہیں، اور وہ جنت میں آپ کی زوجہ ہوں گی۔

اس سے پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ آیت قرآنی ﴿...وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقاً كَرِيماً ﴾(سورہ احزاب:۳۱)اور﴿... لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴾ (سورہ نور:۲۶) اور دیگر دلائل کی روشنی میں اہل علم نے ازواج مطہرات کو جنتی ٹھہرایا ہے اور یہ کہ ان ازواج کو جنت میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف حاصل رہے گا۔

اختتام:

سید الاولین وامام المرسلین علیہ اکمل الصلاۃ واتم التسلیم کی رفیقہائے حیات، ان کے شب وروز کی گواہ، اور ان کے فرامین، علوم ومعارف، اخلاق وعادات ومعمولات کی نقل وروایت کرنے والی امت کی ماؤں کے ان خصائص وفضائل کا سطور بالا میں تذکرہ ہوا جو سات آسمان اوپر سے نازل ہونے والے کلام الٰہی میں مندرج ومسطور ہیں، جس کا حرف حرف محفوظ اور لفظ لفظ صادق اور تمام قسم کے شبہات سے بالاتر ہے۔اللہ جل شانہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی واخروی کی ساتھیوں کے بلند مقام ومرتبہ کا بیان اپنے کلام خاص میں شامل فرما کر رہتی دنیا تک ان کی آنے والی روحانی اولاد کو ان کی ماؤں سے اس طرح جوڑ دیا کہ ان کی عقیدت ومحبت کو ان کے عقیدہ وایمان کا حصہ قرار دیا، بایں طور کہ ان کا ادب واحترام رسول اللہ کا ادب واحترام ٹھہرا اور ان کے سلسلے میں لب کشائی خود رسول اللہ کی تنقیص وتشنیع کو مستلزم ٹھہری۔

سطور سابقہ میں قرآنی آیات سے ثابت امہات المؤمنین کے جن فضائل وخصوصیات کا تذکرہ ہوا وہ اجمالی طور پر اس طرح ہیں:

☆ازواج مطہرات اہل ایمان کی مائیں ہیں، ان کا احترام واجب اور ان سے نکاح حرام ہے۔

☆ان کی نسبت سید الرسل وافضل البشر کی طرف ہے اس لیے منسوب الیہ کے فضل وشرف سے ان کا فضل وشرف بھی دوچند ہو جاتا ہے۔

---

(۱) یہ روایت مختلف طرق سے متعدد کتب حدیث میں وارد ہوئی ہے اور سنداً ثابت ہے۔تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني، حدیث نمبر:۲۰۰۷، صحيح الجامع الصغير، حدیث نمبر:۴۳۵۱

☆اللہ کی جانب سے ان کا امتحان لیا گیا اور وہ سب کی سب اس میں کامیاب ٹھہریں جس کے صلے میں اللہ نے ان کے مقام ومرتبہ کو مزید بلند کردیا۔

☆ان کی عظمت ومنزلت ہی کے پیش نظر معصیت پر دوہری سزا اور اطاعت پر دوہرا اجر متعین ہوا۔

☆جملہ خواتین کے مقابل ان کی حیثیت وعظمت کو بصراحت ممتاز گردانا گیا۔

☆اللہ کی طرف سے انہیں ہر قسم کی گندگی اور برائی سے پاک وصاف گردانے کا اعلان کیا گیا۔

☆ان کے گھروں کو آیات وحکمت کی تلاوت ومراجعت کا مرکز ٹھہرا کر ان کی عظمت شان کو اجاگر کیا گیا۔

☆افضل الرسل سے قرار پانے والی ان کی شادیوں کو خالق دوجہاں کی رضامندی ومنظوری کا سرٹیفکیٹ عطا کر کے ان کے رتبے کو مزید بلندی سے سرفراز کیا گیا۔

☆دنیا میں آخری وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت میں رہنے کے بعد آخرت میں بھی حبیب اللہ ﷺ کی معیت وزوجیت میں جنت میں رہنے کا انہیں مژدہ سنایا گیا۔

☆ان کی تفسیق وتجریح نہ صرف یہ کہ رسول پاک کی توہین وتجریح ہے بلکہ کلام الٰہی کی تکذیب اور کفر اکبر کا ارتکاب ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری ان ماؤں کو دین کی راہ میں صبر وضبط سے جمے رہنے اور احکام دین اور اشاعت اسلام کے سلسلے میں ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ہم تمام امتیوں کو ان کے حقوق کو سمجھنے اور برتنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ رضی الله عنهن وأرضاهن.

☆☆☆

[مآخذ]

۱- قرآن کریم ۲-تفسیر طبری ۳- تفسیر ابن کثیر ۴-تفسیر بغوی
۵-تفسیر رازی ۶-تفسیر کشاف ۷-تفسیر قرطبی ۸-تفسیر احسن البیان (حافظ صلاح الدین یوسف)
۹-معارف القرآن (مفتی محمد شفیع) ۱۰-صحیح بخاری ۱۱-صحیح مسلم
۱۲-سنن ابوداود ۱۳-سنن ترمذی ۱۴-سنن ابن ماجہ ۱۵-مسند احمد
۱۶-سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (البانی) ۱۷-صحیح الجامع الصغیر (البانی) ۱۸-فضل اہل البیت وحقوقہم (ابن تیمیہ)
۱۹-الصارم المسلول علی شاتم الرسول (ابن تیمیہ) ۲۰-تہذیب السیرۃ النبویۃ (امام نووی)
۲۱-رحمۃ للعالمین (قاضی سلیمان سلمان منصورپوری) ۲۲-الرحیق المختوم (مولانا صفی الرحمن مبارکپوری)

☆☆☆

عصر حاضر میں مسلم نوجوانوں کی ذمہ داریاں

مولانا عبدالمبین ندوی

اللہ تعالی کا فرمان ہے: إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّءْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَداً. (الکہف:۱۰)

ان چندنوجوانوں نے جب غار میں پناہ لی تو دعا کی اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے لیے راہ یابی کو آسان کردے۔

یہ وہی نوجوان ہیں جنھیں اصحاب کہف (غار والے) کہا جاتا ہے بقول بعض یہ نوجوان عیسائیت کے پیروکار تھے اور بعض کہتے ہیں ان کا زمانہ حضرت عیسی علیہ السلام سے پہلے کا تھا۔ بادشاہِ وقت دقیانوس جو لوگوں کو بتوں کی عبادت کی ترغیب دیتا تھا اسی سے بچ کر یہ نوجوان اللہ واحد کی عبادت کرتے تھے، اسی لیے ان نوجوانوں کے قصے میں آج کے مسلم نوجوانوں کے لیے بڑا سبق ہے۔ آج کل کے نوجوانوں کا بیشتر وقت موبائل انٹرنیٹ، واٹس ایپ اور فیس بک وغیرہ کے افادی پہلو کو چھوڑ کر فضولیات میں برباد ہوتا ہے۔ اپنی مفوضہ ذمہ داریوں اور اللہ کی طرف کوئی توجہ نہیں، کاش آج کے مسلم نوجوان اپنی جوانیوں کو اللہ کی عبادت میں صرف کریں تو ان کی دنیا وآخرت دونوں کامیاب ہوسکتی ہے اور قیامت کے دن اللہ کے سایہ میں بھی جگہ پانے کے مستحق ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهُ اِمَامٌ عَادِلٌ وَ شَابٌ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللّٰهِ الخ (مسلم:۱۰۳۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات قسم کے لوگوں کو اللہ اپنے عرش کے سایہ میں رکھے گا جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔ عادل ومنصف امام اور وہ نوجوان جس نے اللہ کی عبادت میں نشونما پائی ہو۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: لَا تَزَالُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّهِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ: عَنْ عُمُرِهِ فِيْمَا أَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهِ فِيْمَا أَبْلَاهُ الخ۔(الترمذی:۲۴۱۶۔ حدیث حسن صحیح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن پانچ چیزوں کے بارے میں سوال سے پہلے کسی بندے کے دونوں قدم اپنے رب کے سامنے سے نہیں ہٹیں گے، اس کی عمر کے بارے میں سوال ہوگا کہ کہاں کھپایا، اس کی جوانی کے بارے میں کہ کہاں گذاری......۔

بلاشبہ نوجوان انسانی معاشرے کا ایسا اہم عنصر اور عظیم قوت ہے جس کے بل بوتے پر معاشرہ شاہراہ ترقی پر گامزن ہوتا

ہے اور وہ قابلِ افتخار سرمایہ ہے جس کی بدولت انقلاب جنم لیتا ہے، جوانی کے تصور سے دل کی دھڑکن بڑھ جاتی ہے، کیونکہ یہ زندگی کا وہ دور ہوتا ہے جب رگوں میں خون نہیں بجلیاں دوڑتی ہیں، زندگی کی تمام تر صلاحیتیں اپنے عروج پر ہوتی ہیں، سمندروں کا سینہ چاک کرنا، دار ورسن کو چومنا ان کے لیے بازیچۂ اطفال ہوتا ہے بقول شاعر:

ولولہ، جوش حوصلہ، ہمت مختلف نام ہیں جوانی کے

یہ تو عام معاشرہ کے نوجوان کا حال ہے لیکن اسلامی معاشرہ کے مسلم نوجوانوں کا تصور اس سے کہیں بالاتر ہے، ان کے کردار و دیگر اوصاف زیادہ بلند ہوتے ہیں۔ جب قوت شباب کے ساتھ دینی ملی شعور بیدار ہو جائے نیز قوت ایمانی و روحانی میں اضافہ ہو جائے تو دنیا کی زندگی جہاں باعزت ہو جاتی ہے اور ملک کی قسمت سنور جاتی ہے، وہیں اخروی زندگی سرخرو ہو جاتی ہے اور جنت میں داخل ہونے کا شوق بڑھ جاتا ہے۔

چنانچہ کسی بھی قوم میں کوئی انقلاب برپا ہوا تو اس کا روح رواں ہمیشہ نوجوان طبقہ ہی رہا ہے، بقول معروف ادیب و صحافی شورش کاشمیری: ''زندہ قومیں اپنے نوجوانوں پر جیتی ہیں اور کسی قوم کے مستقبل کی حفاظت اس کے نوجوان ہی کر سکتے ہیں''۔

اسی طرح علامہ سید سلیمان ندوی نوجوانوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتے ہیں: ''نوجوانو! مجھے صفائی سے کہنے دو کہ خاموشی، سکون، خلوت نشینی اور مفرورانہ زندگی اسلام نہیں ہے اسلام جدو جہد، سعی وعمل اور سرگرمی ہے، وہ موت نہیں زندگی ہے''۔

انبیاء کرام کی پوری تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ ان کی دعوت پر لبیک کہنے والے سب سے پہلے عام طور پر نوجوان ہی تھے جنھوں نے پیش آمدہ خطرات کا بے جگری سے مقابلہ کیا اور عزم وہمت کے پہاڑ بنے رہے۔

۲۵ ؍سال کی عمر میں نبی اکرم ﷺ بلند اخلاق، بہتر عادات واطوار کے تمام مراحل طے کر لیے تھے، محنت وتجارت میں بے مثال، گفتار وکردار میں لاثانی، سیاسی وسماجی ذمہ داریوں کا مکمل احساس، مذہبی رہنمائی میں یکتا، حقوق انسانی میں بے مثل نظر آتے ہیں۔

پیغمبر اسلام نے نوجوانوں کو بے راہ روی سے نکال کر نیک وصحیح سمت کی جانب گامزن کر دیا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ البَاءَ ةَ فَلْيَتَزَوَّ جَ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرَجِ۔ (مسلم:۱۴۰۰)

اے نوجوانو! تم میں سے جو شادی کی طاقت رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ شادی کر لے اس لیے کہ اس میں شرم گاہ کے لیے پاکیزگی اور اس سے نگاہ نیچی ہوتی ہے۔ وہیں آپ ﷺ نے ایک دوسرے موقع پر فرمایا: انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِماً أَوْمَظْلُوماً۔

اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔(بخاری:۲۴۴۳)

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا کی سب سے جاہل ظالم بدواجڈ وغیر مہذب قوم رہنمائی کے جوہر سے آراستہ وپیراستہ ہوگئی، اسلام کے نظام وپیغام کو پوری دنیا میں پہنچادیا، نتیجۃً چند برسوں میں ہی یہ قوم حجاز وعرب کی وادیوں سے نکل کر پوری دنیا میں دینی نمائندگی وقیادت کرتی نظر آرہی ہے۔

یہ وہ دور تھا جب پوری دنیا نے اسلام کے فلسفۂ حیات کا مطالعہ کیا جس سے ان کی دنیا بدل گئی۔ ہر دور میں ایسے نوجوانوں کی سرداری اور سپہ سالاری رہی جنھوں نے اسلام کے نظام حیات اور پیغام عمل کو ساری انسانیت کے لیے عام کیا اور ایسا سبق دیا جو آج تک کسی نظام میں نظر نہیں آتا۔

یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں جو جوانی میں اپنے باپ آزر اور بادشاہ وقت نمرود اور عقل کی ماری ہوئی قوم سے محض حق کی خاطر ٹکر لی۔ باپ نے پتھر سے مارنے اور گھر سے نکالنے کی دھمکی دی آزر نے کہا: قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيّاً (مریم:۴۶)

اس نے جواب دیا کہ اے ابراہیم! کیا تو ہمارے معبودوں سے روگردانی کر رہا ہے سن! اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھروں سے مار ڈالوں گا۔ جا ایک مدت دراز تک مجھ سے الگ رہ۔

بادشاہ وقت نمرود اور قوم نے کہا: قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ☆ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْداً وَسَلَاماً عَلَى إِبْرَاهِيمَ (الأنبیاء:۶۸-۶۹)

کہنے لگے اسے جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے۔ہم نے فرمایا اے آگ! تو ٹھنڈی پڑ جا اور ابراہیم کے لیے سلامتی کی چیز بن جا۔

اس طرح آگ کے الاؤ میں انہیں جھونک دیا گیا مگر اللہ نے انہیں کامیاب بنا کر اپنا خلیل بنالیا۔ان کی سنت آج تک زندہ ہے جس کی تفصیل قرآن میں سورہ مریم اور الأنبیاء ودیگر سورتوں پر موجود ہے۔

یہ پاک ونیک سیرت حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جن کو اللہ نے جوانی میں علم وحکمت عطا کیا جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْماً وَعِلْماً وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (یوسف:۲۲)

یوسف علیہ السلام جب پختگی کی عمر کو پہنچ گئے تو ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم دیا، جس سے مراد نبوت وسربراہی ہے، ان کے حسن وجمال کو دیکھ کر عزیز مصر کی بیوی فریفتہ ہوگئی اور بہکانے کی ہر ممکن کوشش کی: وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِ. (یوسف:۲۳) لیکن اللہ نے ان کی عصمت کو محفوظ رکھا، جس کا ذکر سورہ یوسف میں تفصیل سے موجود ہے۔اس طرح نبی ﷺ کی جوانی بے داغ رہی اور اللہ نے آپ کو معصوم عن الخطأ بنایا، آپ کی جوانی کی عصمت وعفت کے واقعات سیرت کی

تمام کتابوں میں موجود ہیں، آپ کی عصمت کی شہادت اپنوں تو کیا غیروں نے بھی دی ہے۔''وَالحقُّ مَا شَہِدَتْ بِہِ الأَعْدَاءُ''۔

قوم کا نوجوان اس کا مستقبل اور قیمتی اثاثہ ہوتا ہے آیئے اس کی ذمہ داریوں پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہیں۔

■ علماء کی نگرانی میں کتاب وسنت کا گہرا علم حاصل کریں، بغیر علم کے کوئی عبادت مقبول نہیں۔

■ حصول علم کے بعد عبادت کا خصوصی اہتمام کریں تا کہ اچھے کردار کے حامل بنیں۔

■ اللہ سے تقرب بغیر صحیح عقائد وعبادات کے ممکن نہیں۔

■ اپنے اخلاق کی درستگی کے ساتھ ساتھ اپنے والدین، عزیز واقارب، دوست واحباب نیز پڑوسی کے حقوق کو ادا کریں۔

■ معاشی اعتبار سے اپنے آپ کو مضبوط بنائیں تا کہ پیسہ ومال امت کے استحکام میں لگے۔اسلام نے ہمیشہ کسب حلال پر زور دیا اور الید العلیاء کو خیر من ید السفلی بتایا ہے۔

■ اسلام کا پیغام مقامی سطح سے لے کر عالمی سطح تک پہنچانے کی ذمہ داری نبھائیں۔اللہ تعالی کا حکم ہے: کُنتُمْ خَیْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ. (آل عمران:۱۱۰)

■ اس لیے کہ آج بہت سے غیر مسلم برادران وطن اسلام اور مسلمانوں سے اگر ناراض ہیں تو اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات سے واقف نہیں ہیں۔اگر ان کے خدشات دور ہو جائیں تو ان کی ناراضگی بھی دور ہو جائے گی۔

■ آفسوں اور دفتروں میں جو مسلم نوجوان کام کرنے والے ہیں ان کو اسلام کے بارے میں گہرا علم نہیں اور جو کچھ علم ہے بھی وہ اِدھر اُدھر سے جمع کیا ہوا مواد ہے، جو صحیح کتابوں اور معتبر علماء وذرائع سے حاصل کیا ہوا نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ جو اسلام نہیں ہے اسے اسلام بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔جیسے ربیع الاول، شعبان اور رجب وغیرہ کے موقع سے بعض بدعتیں وغیرہ۔

■ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ عالمی سطح پر اسلام کی جو صورت مسخ کی جارہی ہے یہی نوجوان اسلام کا صحیح علم حاصل کر کے اپنی تشریحات سے اور ایجاد بندہ کو ملائے بغیر اصل صورت اسلام سے لوگوں کو واقف کرائیں۔

■ کسی بھی ملک دشمن تنظیم کی سازش کا شکار ہو کر اس کا آلۂ کار نہ بنیں اور نہ ہی کسی موقع پر اشتعال انگیزی، بیجا حمیت اور جوش کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہوش کو کھودیں اور ایسے اقدام کر بیٹھیں جن سے ملک کے مفادات کو نقصان پہنچے۔

■ اصلاح معاشرہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور ہر محلّہ اور گاؤں میں باشعور نوجوانوں کی ٹیم بنالیں، نماز کا التزام کریں، تعلیم کو عام کرنے کے لیے مدارس دینیہ کا قیام کریں اور جو قائم ہیں ان کا ہر طرح سے تعاون کریں۔

■ نوجوان فضول رسومات سے بچیں، شادی بیاہ میں سادگی اختیار کریں، جہیز کی لعنت کو دور کرنے میں سبقت کریں۔ جو جوان بچیاں گھروں میں جہیز کی عدم ادائیگی کی بنا پر بیٹھی ہیں ان کو شادی کا پیغام بھیجیں، یہ مسلم نوجوان ہی کر سکتے ہیں۔

■ گھر اور ماحول کو صاف ستھرا بنانے میں نوجوان آگے آئیں۔ کیوں کہ اسلام نے صفائی کو ایمان کا حصہ بتلایا ہے۔الطهور شطر الإيمان. (مسلم)

■ نوجوانوں کے کام یہ ہیں کہ محلّہ وگاؤں میں امن کمیٹیاں بنائیں، آپسی جھگڑوں کو بزرگوں سے مل کر خوش اسلوبی سے حل کریں، ایک دوسرے پر اعتماد کریں، حکمت واسلوب قرآن وحدیث اور سیرت نبوی کا مطالعہ کریں اور لائبریریاں قائم کریں۔

■ پیغام اسلام جتنا غیروں کو پہنچانا ضروری ہے اس سے زیادہ اپنوں کی رہنمائی کی ضرورت ہے، عصری جامعات و کالجز میں بعد از امتحان لمبی چھٹیاں ہوتی ہیں ان میں ایک خاصی تعداد ایسے طلبا کی ہوتی ہے جنھیں اسلامی فرائض وواجبات سے متعلق مسائل کی جان کاری یا تو بہت کم یا نا کے برابر ہوتی ہے۔ جو جمعہ وعیدین ورمضان تک کی ادائیگی کو ہی اسلام سمجھتے ہیں۔ یہ طبقہ نوجوان طلبہ وطالبات کا ہوتا ہے۔ لہذا ان کے اندر اس موقع سے فائدہ اٹھا کر قرآن وحدیث وشعائر اسلام کی تعلیم وتربیت کا مناسب اہتمام کرنا چاہیے، اگر مسلم نوجوانوں کی دینی اصلاح ہو جائے تو یہ اصلاح معاشرہ کے لیے نہایت مفید ہوگا۔ اس سلسلے میں بعض جگہوں پر قابل قدر اقدام ہوا ہے۔ قلیل مدتی پروگرام بہت مفید ہوتے ہیں۔ ٹیکنالوجی کے اس دور میں آج بیشتر نوجوانوں کے ہاتھ میں موبائل ٹیبلیٹ اور لیپ ٹاپ ہوتے ہیں جس کے توسط سے معتبر علما کی تقاریر اور اسلامی مکتبات آن لائن کی شکل میں دستیاب ہیں، ان کو تربیت دی جائے کہ ان سے استفادہ کریں، اس طرح تفسیر وتاریخ وغیرہ کی مہنگی کتابوں کی خریداری سے آدمی بچ جائے گا۔ یونیورسٹیز اور مدارس کے باشعور طلبا اس سہولت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مسلم قوم کے نوجوانوں میں اگر یہ غیرت بیدار ہو جائے تو انہیں شاہراہ ترقی سے کوئی روک نہیں سکتا۔ اسلامی فتوحات کی تاریخ میں ایسے ہی نوجوانوں کا کردار اہم رہا ہے۔

اس وقت پوری دنیا میں نوجوانوں کی تعداد ہندوستان میں تازہ رپورٹ کے مطابق سب سے زیادہ ہے۔ اس میں اگر صرف مسلم نوجوان اصلاح معاشرہ میں مثبت کردار ادا کریں اور فکری انحراف سے بچ کر مثبت طریقے سے ملک وملت کی خدمت میں لگ جائیں تو یہ ان کا عظیم کارنامہ ہوگا۔

☆☆☆

مولانا ابوالطیب عبدالصمد حسین آبادی مبارک پوری

حیات وخدمات

محمد اسلم مبارک پوری

شاہ جہاں بادشاہ نے جون پور کی علمی وروحانی فضا کو دیکھ کر کہا تھا ’’مملکت پورب شیراز ما است‘‘ اسی شیراز ہند کا ایک قابل قدر حصہ ’’اعظم گڈھ‘‘ کا خطہ ہے، جس کے بارے میں اقبال سہیل نے فرمایا ہے:

اس خطہ اعظم گڈھ پہ مگر فیضان تجلی ہے یکسر
جو ذرہ یہاں سے اٹھتا ہے وہ نیر اعظم ہوتا ہے

’’مبارک پور‘‘ اسی اعظم گڈھ کا ایک مشہور ومعروف قصبہ ہے۔ اس قصبہ میں، اور اس کے نواح میں فیض قدرت نے جن نادرۂ روزگار ہستیوں اور نابغۂ علم وفن کو وجود بخشا ہے، ان میں مولانا عبدالصمد صاحب حسین آبادی، مبارک پوری کا اسم گرامی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ حسین آباد، مبارک پور سے متصل ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو ’’حسین آبادی‘‘ کہا جاتا ہے۔

محلّہ ’’حسین آباد‘‘ قصبہ مبارک پور کے ملحقات میں سے ہے، جو ایک میل کے فاصلہ پر شمال کی جانب واقع ہے۔ یہاں کے تمام باشندے مسلمان، اور نوے فیصد سے زائد مسلک عمل بالکتاب والسنۃ (اہل حدیث) سے وابستہ ہیں۔ اس گاؤں کی زیادہ تر آبادی مولانا رحمہ اللہ کے جد اعلیٰ شیخ فقیر اللہ کی اولاد سے ہے۔ جو ضلع مئوناتھ بھنجن سے یہاں آئے تھے۔ وہ پہلے مبارک پور کے قریب اتر طرف موضع ملک شدنی میں آباد ہوئے۔ وہ نہایت شریف النفس اور نجیب الطبع تھے۔ ان کی شرافت ونجابت کو دیکھ کر گوجر پار کے ایک ٹھاکر اودے بھان سنگھ نے اپنی زمین داری میں آباد کر دیا۔ گوجر پار، حسین آباد سے متصل اتر جانب واقع ہے اور اس وقت برادران وطن کی بہت بڑی بستی ہے۔ اودے بھان سنگھ لوگوں کا کافی خیال کرتا تھا لیکن جب یہ سلسلہ مرور زمانہ کے ساتھ اس کی اولاد میں منتقل ہوتا گیا تو ان لوگوں کی توجہ مسلمانوں کی طرف سے ہٹتی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چوریاں بہت کافی ہونے لگیں۔ رات تو درکنار دن دہاڑے لوگوں کے مال چوری کر لیے جاتے تھے، جس کے سبب اس گاؤں کے باشندے اطراف واکناف میں منتقل ہونا شروع ہو گئے، اور کافی لوگ یہاں سے چلے گئے۔ اور باقی ماندہ لوگوں نے بھی جانے کا عزم مصمم کر لیا تھا کہ اسی اثناء میں اس ٹھاکر کا ایک رشتہ دار آیا اور اس کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے اپنے رشتہ دار ٹھاکر سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ اس بستی (حسین آباد) کے مسلمان یہاں سے جا رہے ہیں، کیا ایسی بات ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ہاں، بات ایسی ہے، تو اس شخص نے کہا: تب تو یہ تمہارے لیے بہت ہی شرم اور عار کی بات ہے۔ تمہارے

آباد کیے ہوئے لوگ اجڑ جائیں، اور تم ان کو روک نہ سکو۔ چنانچہ اس ٹھاکر نے یادو (اہر) برادری کے سرغنہ کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ یہ چوریاں کیوں ہوتی ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ اسے رسی سے باندھ دیا جائے۔ چنانچہ اس کو رسی سے باندھ دیا گیا، اور اس کی بہت بری طرح پٹائی کی، جب یہ بالکل عاجز ہوگیا، اور دیکھا کہ اب موت کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں تب اس نے کہا کہ اچھا اب چوریاں کبھی نہیں ہوں گی۔ اس کے بعد چوریاں بند ہوگئیں۔ اس طرح سے وہ لوگ جو جانے والے تھے، ان کو روک لیا گیا۔ اور انہی میں سے شیخ فقیر اللہ بھی ہیں۔

وجہ تسمیہ ''حسین آباد'':

جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا کہ اس بستی کو گوجر پار کے ایک ٹھاکر اودے بھان سنگھ نے آباد کیا تھا۔ ابتداءً اسی کے نام پر گاؤں کا نام ''اودے بھان پور'' رکھا گیا تھا۔ آج بھی سرکاری کاغذات میں اسی قدیم نام سے جانا جاتا ہے۔ اب اسے ''حسین آباد'' کہا جاتا ہے، چونکہ یہاں پر محمد حسین نامی مہتر ایک شخص تھا جس نے نواب اودھ کے دور میں شیعہ گردی کے چکر میں پڑ کر شیعہ مذہب کو قبول کرلیا تھا اور اس کی ترویج واشاعت شروع کردی تھی، لیکن یہ مذہب پروان نہ چڑھ سکا۔ (۱) اسی کے نام پر اس گاؤں کو ''حسین آباد'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس کا ایک نام ''حسین گنج'' بھی پایا جاتا ہے۔ جب ۱۸۱۳ء میں مبارک پور پر فسادیوں کے جم غفیر نے حملہ کیا۔ اور خوں ریز جنگ ہوئی۔ اور طرفین سے بہت سے آدمی مارے گئے۔ اس میں بعض راجہ بھی آئے تھے تو قصبہ کے مسلمانوں نے اس جنگ کے بارے میں ایک عرض داشت حاکم گورکھپور کی خدمت میں پیش کی تھی۔ اس میں ایک نام شیخ لال محمد ساکن حسین گنج کا بھی پایا جاتا ہے۔

یہاں کی آبادی کا ۹۵ فیصد حصہ صنعت پارچہ بافی سے منسلک ہے۔ (۲) جبکہ ۵ فیصد لوگ کاشتکار ہیں۔ اور کاشتکاروں میں اکثر لوگ مسلک بریلویت سے وابستہ ہیں۔

تعلیمی اعتبار سے اگرچہ گاؤں بہت ترقی یافتہ نہیں، پھر بھی اس گاؤں میں عصر حاضر میں متعدد بڑی شخصیات نے جنم لیا

---

(۱) نواب اودھ کے زمانہ میں تشیع کا بہت رواج تھا۔ انھوں نے تقریباً ۱۴۲ سال حکومت کی، جس میں ۸۶ سال تک مبارک پور اور اعظم گڈھ کے علاقوں پر ان کی حکومت رہی۔ انھوں نے اپنے دور میں لہو ولعب کے ساتھ تشیع کی تبلیغ واشاعت کی طرف خاص توجہ دی۔ نواب اودھ کا ہر نواب اور حکمراں پرجوش داعی اور مبلغ تھا اور اس کے لیے بے دریغ خرچ کیا کرتا تھا۔ تذکرہ علمائے مبارک پور از قاضی اطہر مبارک پوری ص ۳۴۔

(۲) پارچہ بافی مبارک پور اور اس کے ملحقات وسواد کا قدیم صنعتی تجارت ہے۔ یہاں کے بنے ہوئے ریشمی کپڑے برطانیہ اور عرب ممالک تک جاتے تھے۔ تذکرہ علمائے مبارک پور ص ۲۹، اور بقول مولانا قمر الزماں مبارک پوری: ''اس سرزمین پر سانس لینے والے ہزاروں انسان ایسی زرتار زردائیں بنتے ہیں کہ سبک اندام حسینان ہند کے شانوں کو تار حریری کا بوجھ بھی محسوس نہیں ہونے پاتا، فنکاران مبارک پور کے ہاتھوں کی بنی ہوئی بنارسی ریشمی ساڑیوں کی چمک دمک، یکسانیت، ہمواری اور تناسب کو دیکھ کر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اسے کسی بنکر کے کھردرے ہاتھوں نے بنا ہے، بلکہ وہ یہ سوچے گا کہ اس پارچۂ دلفریب کی لطافت یقین کسی الف لیلوی شاہزادی کی نرم نازک انگلیوں کے لمس کی ہی رہین منت ہوسکتی ہے۔ صدرنگ ص ۱۷۔

ہے جن میں:

۱- مولانا عبید الرحمٰن صاحب قمر مبارک پوری، جو جامعہ رحمانیہ دہلی کے فارغ التحصیل تھے، کافی علمی صلاحیت کے مالک تھے، لیکن موصوف نے کسی وجہ سے آزردہ ہو کر اس لائن کو ترک کر کے بمبئی کاروبار کرنے لگے۔ ان کی وفات ۱۹۹۵ء میں ہوئی۔

۲- ان کے علاوہ ایک بڑی شخصیت جس نے اپنے وجود سے عطر بیزی کی، وہ مولانا صفی الرحمٰن صاحب مبارک پوری مؤلف ''الرحیق المختوم'' کی ذات گرامی ہے۔ آپ نے رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے سیرت کے عنوان پر بین الاقوامی مقابلہ میں پہلا انعام حاصل کر کے عالمی شہرت حاصل کی۔ اور مرکزی جمعیت اہل حدیث کے عہدۂ امارت جیسے منصب جلیلہ پر فائز بھی رہ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کو غریق رحمت فرمائے۔

۳- مولانا ظہیر الدین صاحب رحمانی، امیر جمعیت اہل حدیث تامل ناڈو، وشیخ الحدیث جامعہ دارالسلام عمر آباد۔ مولانا بقید حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنی حفظ وامان میں رکھے اور صحت وتندرستی عطا فرمائے۔ اور خاتمہ بالخیر کرے۔

گاؤں میں تعلیم کا تناسب پہلے کی بنسبت بہت بہتر ہے۔ مدرسہ عربیہ دار التعلیم صوفی پورہ مبارک پور کی زیر نگرانی ایک مکتب قائم ہے، جس کا قیام ۱۹۶۳ء میں شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ رحمانی مبارک پوری رحمہ اللہ کے ہاتھوں عمل میں آیا تھا۔ اس میں درجات پرائمری تک تعلیم ہوتی ہے۔(۱)

چند سال قبل ایک سرکاری پرائمری اسکول کا قیام وجود میں آیا ہے جس میں محلّہ کے علاوہ دوسرے گاؤں کے لڑکے بھی تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں۔

نیز چند سال قبل تعلیم نسواں کی ضرورت کے پیش نظر ایک عربی مدرسہ ''مدرسۃ الصالحات الاسلامیۃ'' کا قیام عمل میں لایا گیا ہے، جس میں بچیوں کی دینی تعلیم کا بندوبست ہے۔ اور انھیں اسلامی آداب وتعلیمات سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ فالحمد لله على ذلك وبيده التوفيق.

مساجد کی تعداد چار ہے۔ ایک مسجد بریلوی مکتب فکر کی ہے، جس کا نام ''جامع مسجد غوثیہ'' ہے۔ بقیہ تین مسجدیں اہل حدیث کی ہیں۔

نام ونسب وکنیت:

آپ کی کنیت: ابوالطیب نام: عبدالصمد، اور سلسلۂ نسب اس طرح ہے:

ابوالطیب عبدالصمد بن شیخ محمد اکبر بن شیخ محمد علی بن شیخ محمد مومن بن شیخ فقیر اللہ، حسین آبادی، مبارک پوری۔

(۱) جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات ص ۶۷۔

ولادت اور نشوونما:

آپ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ مطابق ستمبر ۱۹۰۴ء میں ''حسین آباد'' میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی نشوونما گھر ہی پر والدین، اور دادا کے زیر نگرانی ہوئی۔ آپ نے ایام طفولیت میں قرآن مجید کے چند ابتدائی پارے اپنے جد امجد شیخ محمد علی صاحب سے پڑھا۔

خاندانی پس منظر:

خاندان کے جن افراد کا حال معلوم ہو سکا، ان میں شیخ فقیر اللہ ہیں۔ آپ یوپی کے مشہور قصبہ (جواب ضلع بن گیا ہے) مئوناتھ بھنجن سے یہاں آکر آباد ہوئے تھے۔ آپ پہلے ملک شدنی میں آباد ہوئے۔ ان کی شرافت و بزرگی کو دیکھ کر گوجر پار کے زمیندار اودے بھان سنگھ نے ان کو اپنی زمینداری میں آباد کیا، اور ایک تحریر لکھ دی جس میں ان کے لیے اور مسلمانوں کے لیے بہت سی مراعات تھیں۔ شیخ فقیر اللہ صاحب کو چار اولاد ہوئی:

۱-محمد قاسم ۲-محمد مومن

۳- نبی محمد ۴-محمد محمود

ان حضرات کی اولاد خوب پھلی پھولی۔ اللہ نے برکت دی۔ ان میں شیخ محمد مومن کے صاحبزادے محمد علی ہیں، جو بہت بااثر اور بارعب تھے۔ اور کافی تندرست و توانا تھے۔ تقریباً سو سال کی عمر پائی۔ پھر بھی تندرستی وصحت کا یہ حال تھا کہ بڑھاپے میں بھی محنت ومشقت کے کام بآسانی انجام دیتے تھے۔ ان کی وفات کے بارے میں صحیح تاریخ کا پتہ نہ چل سکا۔ ۱۹۱۶ء میں ضلع اعظم گڈھ میں طاعون کی بیماری چلی تھی، اسی سال ان کا انتقال ہوا، لیکن طاعون کی بیماری کی وجہ سے نہیں بلکہ کسی دوسری وجہ سے۔ مولانا رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم انہی سے شروع کی تھی۔ لیکن ابھی قرآن مجید کے دو تین پارے پڑھے تھے کہ ان کو فساد کے سلسلہ میں جس کا ذکر آگے آرہا ہے، گرفتار کرلیا گیا۔ آپ کے والد ماجد ''شیخ محمد اکبر'' صاحب نہایت متدین شریف الطبع، پابند شریعت اور صوم وصلاۃ پر مواظبت کرتے تھے۔ اور مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے زیر ادارت ''رسالہ اہل حدیث'' کو پابندی سے پڑھتے تھے اور باقاعدہ اسے منگواتے تھے۔ آپ کو اپنے لڑکوں کی تعلیم وتربیت کا بہت خیال تھا۔ مولانا عبدالصمد کو عالم دین بنایا اور ایک لڑکے محمد انس کو حافظ قرآن بنایا۔ (۱) ایک اور صاحب زادے پڑھ رہے تھے کہ درخت سے گرنے کی

(۱) یہ شاعرانہ ذوق رکھتے تھے۔ ان کا تخلص ''حافظ'' تھا۔ نہایت ملنسار تھے، اچھی طبیعت کے مالک تھے، سب سے میل جول رکھتے تھے، خندہ پیشانی سے ملتے تھے، ''جمعیۃ انصار حدیث'' کے صدر تھے (جیسا کہ ایک مراسلہ سے وضح ہوتا ہے) تصنیف وتالیف کا ذوق رکھتے تھے۔ آپ کی تالیف کردہ کتاب ''شان قرآن'' مخطوط ہے۔ تاریخ تالیف ۱۳۵۷ھ یوم سہ شنبہ ہے۔ مخطوط کے اخیر میں ''شان قرآن'' کے عنوان سے مولانا ناقف امروہوی کی سولہ اشعار پر مشتمل ایک نظیم ہے جس کا مطلع یہ ہے:

رہبر راہ ھدیٰ قرآن ہے یہ ہماری جان ہے، ایمان ہے
اس میں ہے تحریر امرونہی رب یہ خدا کا آخری فرمان ہے
=

وجہ سے انتقال کر گئے۔آپ کا گاؤں اور اطراف واکناف کے مرد وزن پر بہت رعب تھا۔گاؤں کی عورتیں آپ کے سامنے گذرنے کی ہمت نہیں کرتی تھیں۔آپ کا مکان جولب سڑک واقع ہے،اگر اس طرف سے کوئی گذرتا تو تقریباً ۵۰ میٹر دور سے شوروغل بند کردیتا،اوراتنے ہی دور جا کر شروع کر دیتا۔

ابتدائی تعلیم:

آپ نے ایام طفولیت میں قرآن مجید اپنے جدامجد شیخ محمد علی صاحب سے گھر پر پڑھنا شروع کیا۔ابھی دوتین پارے ہی پڑھے ہوں گے کہ ہندو مسلم فساد کا حادثہ واقع ہوگیا اور آپ کے دادا پس دیوار زنداں کر دیئے گئے جس کی وجہ سے تعلیمی سلسلہ منقطع ہوگیا۔

فساد کا سبب یہ تھا کہ حسین آباد سے مغرب اور شمال کی جانب ایک بستی جس کا نام مصطفیٰ آباد ہے یہاں کا ایک ملکی کسی بات پر مسلمانان قصبہ سے ناراض ہوگیا۔انتقام کے سلسلہ میں سور کا بچہ ذبح کر کے موضع سِکٹّی (جو قصبہ مبارک پور کے متصل ہی مغرب جانب مسلمانوں کی ایک بستی ہے) سے تھوڑی دور شمال کی جانب تالاب کے نزد واقع مسجد میں رکھ دیا۔صبح کے وقت جب لوگوں نے ذبح شدہ سور کے بچہ کو مسجد میں دیکھا تو بہت خفا ہوئے۔اور سمجھا کہ یہ کام ضرور ہندوؤں کا ہے۔مسلمان بھی جذبہ میں آگئے اور انتقاماً انھوں نے مبارک پور بس اسٹینڈ کے پاس ہندوؤں کے دھرم شالہ میں گائے ذبح کردی پھر وہاں سے گوجر پار کا رخ کیا۔اور راستہ سے ایک گائے کا بچھڑا کھولتے گئے اور گوجر پار پہنچ کر شیوالہ (مندر) میں ذبح کر دیا۔اور مورتی کے اوپر خون کے چھینٹے بھی دیئے جس کے سبب ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مہیب فساد برپا ہوگیا۔جس میں غیر مسلموں نے مسلمانوں کے بااثر لوگوں کے نام رپورٹ درج کرائی،اوران کے خلاف مقدمہ قائم کیا جس میں بہت جلد مسلمانوں کے خلاف سزا کا فیصلہ ہوگیا۔انہی لوگوں میں سے مولانا رحمہ اللہ کے جدامجد محمد علی صاحب رحمہ اللہ بھی تھے۔چنانچہ یہ حسین آباد سے فرار ہوگئے۔اور بٹول (نیپال) چلے گئے۔نیپال سے اکثر حسین آباد آتے رہتے تھے،لیکن چھپ چھپا کر،تاکہ کسی کو ان کے بارے میں علم نہ ہو اور پھر نیپال واپس چلے جاتے۔بقیہ لوگ گرفتار کر لیے گئے۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ وہ نیپال سے آئے اور سمجھا کہ اب حالات سازگار ہوگئے ہیں۔لہذا بازار (مبارک پور) چلے گئے۔ادھر کچھ غیر مسلموں کو ان کی آمد کی خبر ہوگئی، جا کر تھانہ میں ان کے بارے میں اطلاع دی کہ یہ شخص (محمد علی) موجود ہے، چنانچہ تھانیدار نے اچانک کارروائی کرتے ہوئے انھیں گرفتار کرلیا۔بالآخر انھیں بھی سزا کی مقررہ مدت بھگتنی پڑی۔

یہ بلوہ ۱۹۰۴ء موافق ۱۳۲۲ھ میں پیش آیا، جو دراصل ایک مسلمان زمیندار اور ایک ہندو زمیندار کی رقابت کا بدترین مظاہرہ تھا۔اس بلوہ میں ”حسین آباد“ کے جن افراد کو سزا ہوئی ان میں مولانا کے جدامجد کے علاوہ شیخ عبدالعلی بن قائم بن فتح

= مولانا محمد یوسف شمس فیض آبادی (صاحب شمس المطالع ومدیر رسالہ ”اہل ذکر“ کی وفات حسرت آیات پر آپ نے ایک لمبا مرثیہ لکھا جو اخبار محمدی، دہلی ۱۵/جنوری ۱۹۳۹ء کے شمارہ میں صفحہ ۸ پر مرقوم ہے۔نیز دیکھئے: تراجم علماء اہل حدیث ص ۳۸۴، خالد حنیف ندوی۔

محمد، شیخ عبدالرحمٰن بن بہادر، اور شیخ امیر علی خان ہیں۔

اور اسی سال مبارک پور و اکناف مبارک پور میں بہت بڑا طاعون آیا تھا جس میں اہالیان مبارک پور اور سواد مبارک پور راہ فرار اختیار کرنے لگے۔ اسی طاعون کے بعد مولانا عبدالعلیم صاحب رسول پوری نے ''کتاب الشہادات'' اور مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری صاحبِ تحفۃ الاحوذی نے ''خیر الماعون فی منع الفرار من الطاعون'' تحریر کیا۔ یہ دونوں کتابیں مطبوع ہیں۔

اس کے بعد مزید چند پارے دوسروں سے پڑھا۔ ختم قرآن کی سعادت مولانا احمد علی برادر خرد مولانا عبدالسلام صاحب محدث مبارکپوری رحمہ اللہ سے حاصل ہوئی، نیز فارسی اور اردو کی ابتدائی کتابیں انہی سے پڑھی۔ بعد ازاں بغرض تعلیم مدرسہ عربیہ دار التعلیم میں داخل ہوئے اور مولانا محمد اصغر صاحب مبارک پوری رحمہ اللہ سے فارسی کی انتہائی کتابیں اور عربی میں شرح جامی، شرح تہذیب اور فصول اکبری وغیرہ پڑھی۔ اور حضرت العلام محمد عبدالرحمٰن مبارک پوری صاحب تحفۃ الاحوذی رحمہ اللہ سے بلوغ المرام (نصف اول) اور قدرے نصف ثانی، قطبی، سراجی، اوائل مشکاۃ المصابیح، جلالین (پارہ اول) اور شرح وقایہ (جلد اول) پڑھی۔

علمی رخت سفر:

اس کے بعد آپ نے مدرسہ عالیہ عربیہ مئوناتھ میں داخلہ لیا، اور مولانا عبدالسلام صاحب محدث مبارک پوری سے جلالین، مشکاۃ، شرح وقایہ (جلد ثانی) شرح نخبۃ الفکر اور میر قطبی پڑھی۔ جب آپ گھریلو تعلیم اور قرب وجوار، اطراف واکناف کے علماء سے بہرور ہو چکے تو ازدیاد علم کے شوق نے آپ کو وطن مالوف چھوڑنے پر مجبور کیا۔ اور اس وقت کی بڑی درسگاہوں اور متبحر علماء کی طرف شد رحال کیا۔ آپ نے شعبان ۱۳۳۸ھ موافق ۱۹۲۰ء کے نئے تعلیمی سال میں مدرسہ میاں صاحب پھاٹک حبش خاں دہلی میں داخل ہوئے۔ اور مولانا شرف الدین صاحب محدث دہلوی سے مختصر المعانی، ملاحسن، میر زاہد، ملا جلال، ترمذی، نسائی، اور دیوان متنبّی (وغیرہ) پڑھی۔ اگلے سال ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء جب مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے سیالکوٹ میں ایک عربی مدرسہ قائم کیا تو شوق علم آپ کو اور آپکے دیگر رفقاء کو کشاں کشاں سیالکوٹ لے گیا۔ اور وہاں آپ نے مولانا سیالکوٹی سے مختصر المعانی، میبذی، اور مقامات حریری وغیرہ پڑھی۔ لیکن وہاں کا نظام اس قدر مختل تھا کہ دو تین ماہ بعد آپ اور آپ کے تمام رفقاء دہلی واپس آ گئے۔ اور دوبارہ مولانا ابوسعید شرف الدین صاحب کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے۔ ۲۷؍شوال ۱۳۳۹ھ مطابق ۴؍جولائی ۱۹۲۱ء کو دار الحدیث رحمانیہ دہلی کا افتتاح عمل میں آیا۔ اور پڑھائی شروع ہو گئی۔(۱) لیکن وہ جس اوج کمال پر پہنچنے والا تھا، اس کا کسی کو اندازہ نہ تھا، بلکہ پہلے سال مدرسین کے نظام کا مسئلہ کافی الجھا رہا، لیکن دوسرے سال جب مشہور ماہر درسیات، اور فن حدیث کے متبحر عالم مولانا محمد احمد ولد حسام الدین مئوی

(۱) اہل حدیث امرتسر ۳۱ جون ۱۹۲۱ء مطابق ۲۴ شوال ۱۳۳۹ھ، ص ۱۴، اہل حدیث اور سیاست ص ۱۱۔

اعظمی، صدر مدرس اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے دار الحدیث رحمانیہ کے مسند درس پر جلوہ افروز ہوئے تو اس ادارہ کی خوبی کے خدوخال نمایاں ہونے لگے۔ دیگر تشنہ گان علوم کی طرح حضرت مولانا عبدالصمد صاحب بھی اسی سال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء میں ساتویں جماعت میں داخل ہوئے، لیکن جب اگلا تعلیمی سال ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء شروع ہوا تو درمیان سال بیمار پڑ گئے۔ ادھر مولانا محمد احمد صاحب بھی مستعفی ہوکر دوبارہ فیض عام مئوناتھ بھنجن کی صدر مدرسی پر واپس آگئے۔ ان حالات کے سبب مولانا نے درسیات کی تکمیل مدرسہ رحمانیہ دہلی کے بجائے مدرسہ فیض عام مئو میں کی۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۰ سال تھی۔

درسیات کی تکمیل کے بعد مولانا محمد احمد صاحب نے آپ کو خصوصی سند اجازت مرحمت فرمائی اور آپ کی لیاقت وصلاحیت کے پیش نظر مدرسہ فیض عام کی طرف سے عون المعبود شرح سنن أبي داود (چار جلدیں) انعام میں دی گئیں۔ مدرسہ فیض عام سے آپ کو جو سند اجازت مرحمت ہوئی، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على خير خلقه محمد وآله وصحبه أجمعين، وبعد:

فإن الأخ في الدين، العارف بالله، المولوي (محمد) عبد الصمد بن محمد أكبر المباركفوري الحسين آبادي، قد قرأ عليّ كتب الأحاديث أكثرها كصحيح البخاري وصحيح مسلم والسنن لأبي داود والموطأ للإمام مالك، والسنن الصغرى للإمام النسائي طرفاً طرفاً والجامع للترمذي سماعة والكتب الدراسية أكثرها، مثل: البيضاوي والتوضيح والتلويح في أصول الفقه، وشرح العقائد النسفية في العقائد، والمطول في علم البلاغة، وحمد الله وصدرا في المنطق والفلسفة. وأتقن العلوم كلها: أصولها وفروعها، قرأ بعضها في بلدة "دهلي" بمدرسة دار الحديث الرحمانية، وبعضها في "مئو" بمدرسة فيض عام. فأجزت له برواية جميع ما حصل لي الإجازة، وتدريسه على شرط مراجعة الشروح ومطالعة الكتب والتدبر في معانيها، والتفكر في كل ما يليق به التفكر من مبانيها، كما أجازني الشيخ المكرم المعظم بقية السلف والخلف السيد محمد نذير حسين المحدث الدهلوي، وهو حصل القراء ة والسماعة والإجازة عن الشيخ المكرم الأورع البارع في الآفاق مولانا محمد إسحاق الدهلوي – رحمه الله تعالى – وهو حصل القراء ة والسماعة والإجازة عن الشيخ الأجل مسند الوقت الشاه عبد العزيز المحدث الدهلوي – رحمه الله تعالى – وهو حصل القراء ة والسماعة والإجازة عن الشيخ المكرم المعظم بقية السلف وحجة

الخلف الشاه ولي الله المحدث الدهلوي – رحمه الله تعالى – وأجازني أيضا الشيخ الكامل الأكمل الحافظ لكلام الله المدعو بمحمد عبد الله الغازيفوري – رحمه الله تعالى – عن الشيخ السيد محمد نذير حسين المحدث الدهلوي – رحمه الله تعالى – بالسند المذكور. وأنا العبد المدعو المذنب بـ أحمد بن الملا حسام الدين المئوى الأعظمي.

حرره في سنة ١٣٤٢ من الهجرة المقدسة، في ٧ شوال، يوم الإثنين

مشہور اساتذہ:

مولانا ابوالطیب عبدالصمد صاحب کی تعلیم وتربیت، اساتذہ وشیوخ کی جو تفصیلات سامنے آئی ہیں، ان سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے گھر، خاندان، گردوپیش اور ماہرین حذاق اساتذہ سے مستفید ہونے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اور انتہائی محنت وجاں فشانی کے ساتھ تعمیر شخصیت اور علمی ترقی میں ہمہ وقت منہمک رہے جس کے نتیجہ میں وہ ایک کامیاب مدرس، مایہ ناز مصنف کی حیثیت سے نمایاں رہے۔

آپ کے مشہور اساتذہ حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت مولانا ابوالعلی محمد عبدالرحمٰن صاحب محدث مبارک پوری صاحب تحفۃ الاحوذی - رحمہ اللہ

۲- حضرت مولانا عبدالسلام صاحب مبارک پوری صاحب سیرۃ البخاری - رحمہ اللہ

۳- حضرت مولانا محمد احمد بن ملا حسام الدین صاحب مئوی اعظمی - رحمہ اللہ

۴- مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی - رحمہ اللہ

۵- مولانا ابوسعید شرف الدین - رحمہ اللہ

۶- مولانا محمد اصغر مبارک پوری - رحمہ اللہ

۷- مولانا احمد علی برادر مولانا عبدالسلام صاحب مبارک پوری - رحمہ اللہ - وغیرہم۔

(جاری)

☆☆☆

صلہ رحمی کی مشروعیت اوراس کی حکمت وفوائد

ابوصالح دل محمد سلفی/استاذ جامعہ سلفیہ

دین اسلام کی یہ ایک بہت بڑی خوبی وخصوصیت ہے کہ وہ اپنی تعلیمات کے ذریعہ بنی نوع انسان کی نہ صرف اخروی زندگی کو بلکہ دنیاوی زندگی کو بھی تحفظ وتقویت اورامن وسکون عطا کرتا ہے۔حقوق العباد سے متعلق اسلامی قوانین وضوابط سماجی ومعاشرتی اعتبار سے اس قدر مستحکم ومضبوط اورنتیجہ خیز ہیں کہ ان کو عملی جامہ پہنانے والا یقینی طور پر انسانی معاشرہ میں مقبول ومعتبر انسان ہوگا، دنیا کی نظروں میں وہ انسانیت کا خیرخواہ وہمدرد تصور کیا جائے گا۔

چونکہ رشتہ داروں کی تائید وحمایت کے بغیر بنی نوع انسان کی زندگی محفوظ ومامون اور باعزت نہیں رہ سکتی، اس لیے شریعت اسلامیہ میں صلہ رحمی کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے اوراسے ایمان کا جزء قرار دیا گیا ہے، تاکہ رشتہ داروں کا اعتبار واعتماد حاصل ہواور وہ معاون ثابت ہوں، نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليصل رحمه" جوشخص اللہ اورآخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔(متفق علیہ)

صلہ رحمی کا مفہوم ہے رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات قائم کرنا، انہیں اپنے قریب کرنا اوراپنے اعتماد میں لینا، اچھے اخلاق سے پیش آنا، تعاون وہمدردی کا معاملہ کرنا اورمشفقانہ برتاؤ کرنا، صلہ رحمی کا یہ حکم تمام رشتہ داروں کے ساتھ ہے خواہ ددھیالی رشتہ دار ہوں یا ننہالی رشتہ دار۔

چونکہ صلہ رحمی میں بندگان الٰہی کے ساتھ رحم وکرم اورخیرخواہانہ معاملہ کیا جاتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ اسے بڑا پسند فرماتا ہے اورصلہ رحمی کرنے والے کے رزق میں وسعت وفراخی اورعمر میں اضافہ وزیادتی فرماتا ہے، نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشادفرمایا: "من أحب أن يبسط له في رزقه، وينسأ له في أثره فليصل رحمه" جوشخص پسند کرتا ہے کہ اس کی روزی میں فراخی اوراس کی عمر میں اضافہ ہوتو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔(بخاری ومسلم)

صلہ رحمی کے تعلق سے دین اسلام کا نظریہ وتعلیم یہ ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ ہر حال میں حسن سلوک کیا جائے، ایسا ہرگز نہ ہو کہ اچھا سلوک کرنے والے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور بدسلوکی کرنے والے کے ساتھ بدسلوکی کی جائے، بلکہ صلہ رحمی کا حقیقی تقاضا یہ ہے کہ ترک تعلق کرنے والے رشتہ داروں کے ساتھ تعلق جوڑا جائے، بدسلوکی کا جواب حسن سلوک سے دیا جائے، بداخلاقی سے پیش آنے والے رشتہ داروں کے ساتھ حسن اخلاق کا مظاہرہ کیا جائے اوراس معاملہ میں صبر وتحمل اورعفوودرگذر سے کام لیا جائے، نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشادفرمایا: "ليس الواصل بالمكافيء ولكن

الواصل الذي قطعت رحمه وصلها" (حقیقت میں) وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے (جو رشتہ دار کے ساتھ) احسان کے بدلے احسان کرتا ہے بلکہ (حقیقی) صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب قطع رحمی اور بدسلوکی کی جائے تو وہ صلہ رحمی اور حسن سلوک کرے۔ (رواہ البخاری عن عبداللہ بن عمر)

بداخلاقی وبدتمیزی کا مظاہرہ کرنے والے اور غلط رویہ اختیار کرنے والے رشتہ داروں کے ساتھ حسن اخلاق اور اچھا سلوک کرنے والے اللہ تعالی کے حفظ وامان میں ہوتے ہیں، قدم قدم پر مدد الٰہی انہیں حاصل ہوتی ہے، اللہ تعالی غیب سے ان کے لیے محافظ کا انتظام فرماتا ہے، جس کے ذریعہ مخالفین ومعاندین کے شر سے ان کی حفاظت ہوتی ہے، صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے: "ان رجلا قال: يا رسول الله! إن لي قرابة أصلهم ويقطعوني، وأحسن إليهم ويسيئون إلي، وأحلم عنهم ويجهلون علي، فقال: لئن كنت كما قلت، فكأنما تسفهم المل، ولا يزال معك من الله ظهير عليهم ما دمت على ذلك". ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے کچھ ایسے رشتہ دار ہیں کہ میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ قطع تعلق کرتے ہیں، اور میں ان سے حسن سلوک کرتا ہوں اور وہ مجھ سے بدسلوکی کرتے ہیں، میں ان سے بردباری وانکساری سے پیش آتا ہوں اور وہ مجھ سے جہالت سے پیش آتے ہیں'' آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے جواب دیا: اگر تم (حقیقت میں) ویسا ہی کررہے ہو جیسا کہ تم نے کہا تو گویا کہ تم ان کے منہ میں گرم راکھ ڈال رہے ہو اور ان کے مقابلہ میں تمہارے ساتھ اللہ کی جانب سے ہمیشہ ایک مددگار مقرر رہے گا، جب تک کہ تمہارا یہ رویہ رہے گا۔ (رواہ الامام مسلم عن ابی ہریرۃ)

صلہ رحمی اور حسن سلوک کی سب سے زیادہ مستحق ماں ہے، پھر باپ پھر قریبی رشتہ دار ہیں، صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت ہے: "جاء رجل إلى رسول الله ﷺ قال: يا رسول الله! من أحق الناس بحسن صحابتي؟ قال: "أمك" قال: ثم من؟ قال: "أمك" قال: ثم من؟ قال: "أمك" قال: ثم من؟ قال: "أبوك" ایک آدمی نے خدمت رسول میں حاضر ہوکر عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق وحقدار کون ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: تمہاری ماں، اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: تمہاری ماں، اس نے پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: تمہاری ماں، اس نے پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: تمہارا باپ۔

اور ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق تمہاری ماں ہے، پھر تمہاری ماں ہے، پھر تمہاری ماں ہے، پھر تمہارے باپ، پھر جو تمہارا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہو پھر جو تمہارا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہو۔ (متفق علیہ)

اگر رشتہ دار خصوصاً والدین مشرک وکافر ہوں تب بھی دین اسلام میں ان کے ساتھ صلہ رحمی اور حسن سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا: "وصاحبهما في الدنيا معروفا" ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا۔(لقمان:۱۵)

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میری ماں ابھی مشرکہ تھیں، وہ صلح حدیبیہ کے موقع پر میرے پاس آئیں، میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ میری مشرکہ ماں میرے پاس آئی ہیں اور وہ مجھ سے حسن سلوک کی خواہش مند ہیں تو کیا میں اپنی مشرکہ ماں کے ساتھ صلہ رحمی اور حسن سلوک کروں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ''ہاں، تم اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو''۔(بخاری ومسلم)

نبی علیہ الصلاۃ والسلام صحابہ کرام کو رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی وحسن سلوک اور تعاون کرنے کی بڑی ترغیب دیتے تھے حتی کہ صدقہ وخیرات کی تقسیم کے موقع پر قریبی رشتہ داروں کو مقدم رکھنے کی تلقین فرماتے تھے، صحیح بخاری وصحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ انصار مدینہ میں کھجور کے باغات کے اعتبار سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ مالدار تھے، انہیں اپنے مالوں میں ''بیرحاء'' نامی باغ سب سے زیادہ پسند تھا، جو مسجد نبوی کے سامنے تھا، آپ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ اس میں تشریف لے جاتے اور وہاں کا پاکیزہ پانی نوش فرماتے، جب اللہ تعالی کا فرمان: ﴿لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون﴾ نازل ہوئی تو ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ خدمت رسول میں حاضر ہوئے اورعرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالی نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے: ''تم ہرگز نیکی نہیں پاسکتے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزیں خرچ نہیں کروگے''، اور میرے جتنے بھی مال ہیں ان میں اس کے ثواب کی اور اللہ کے پاس اس کے ذخیرہ ہونے کی امید رکھتا ہوں۔ لہذا آپ، جہاں اللہ آپ کو سمجھائے اس مال (بیرحاء باغ) کو اپنے تصرف میں لائیں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اوہو! یہ تو بڑا ہی مفید ونفع بخش اور قیمتی مال ہے، تم نے جو کچھ کہا میں نے سن لیا ہے، میری رائے ہے کہ تم اس نفع بخش مال کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کردو۔ حضرت ابوطلحہ حکم رسول کی تعمیل کی اور اسے اپنے رشتہ داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کردیا۔(متفق علیہ)

اللہ تعالی ہمیں صلہ رحمی کے معنی ومفہوم، اس کی مشروعیت وحکمت اور افادیت کو سمجھنے کی اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆

ایفائے عہد کی اہمیت

حافظ عبدالرحیم محمد یونس سلفی

انسانی زندگی کی دنیا وآخرت میں کامیابی اسی وقت ممکن ہے جب انسان اللہ سے کیے ہوئے اپنے عہد کو پورا کرے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وإذ أخذ ربك من بني آدم من ظهورهم ذريتهم وأشهدهم على أنفسهم، ألست بربكم، قالوا بلى شهدنا، ان تقولوا يوم القيامة إنا كنا عن هذا غافلين﴾ (الأعراف:۱۷۲) اور جب آپ کے رب نے آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کیوں نہیں! ہم سب گواہ بنتے ہیں، تاکہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہو کہ ہم تو اس سے محض بے خبر تھے۔

حضرت آدم کی تخلیق کے بعد ان کی پشت سے پیدا ہونے والی تمام اولاد سے جو عہد لیا گیا۔ اس کی تفصیل ایک صحیح حدیث میں اس طرح آئی ہے عرفہ والے دن نعمان جگہ میں اللہ تعالی نے اصلاب آدم سے عہد (میثاق) لیا، پس آدم کی پشت سے ان کی ہونے والی تمام اولاد کو نکالا اور اس کو اپنے سامنے پھیلا دیا اور ان سے پوچھا: ’’کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟‘‘ سب نے کہا: "بلى شهدنا" کیوں نہیں، ہم سب رب ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔(۱) امام شوکانی اس حدیث کی بابت لکھتے ہیں: "واسناده لا مطعن فيه" (۲) اس کی سند میں کوئی طعن نہیں۔ نیز امام شوکانی فرماتے ہیں: یہ عالم ذر کہلاتا ہے، اس کی یہی تفسیر صحیح اور حق ہے، جس سے عدول اور دوسرے کسی مفہوم کی طرف جانا صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ مرفوع حدیث اور آثار صحابہ سے ثابت ہے اور اسے مجاز پر بھی محمول کرنا جائز نہیں ہے۔(۳) بہرحال اللہ کی ربوبیت کی یہ گواہی ہر انسان کی فطرت میں ودیعت ہے۔ اسی مفہوم کو رسول اللہ ﷺ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ: "كل مولود يولد على الفطرة فأبواه يهودانه أو ينصرانه أو يمجسانه كمثل البهيمة تنتج البهيمة، هل ترى فيها جدعاء؟" (۴) ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پس اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، جس طرح جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے، وہ ناقص الخلقت نہیں ہوتا۔ رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی فرماتا ہے: "............وانى خلقت عبادي حنفاء كلهم، وانهم أتتهم الشياطين فاجتالتهم عن دينهم" (۵) میں نے اپنے بندوں کو حنیف (اللہ کی طرف یکسوئی سے متوجہ ہونے والا) پیدا کیا ہے، پس شیطان ان کو ان کے دین (فطری) سے گمراہ کر دیتا ہے۔

(۱) مسند احمد: ۱/۲۷۲۔ (۲) فتح القدیر للشوکانی: ۲/۲۶۳۔
(۳) فتح القدیر للشوکانی: ۲/۲۶۳۔ (۴) رواہ البخاری فی صحیحہ: ۱۳۸۵۔
(۵) رواہ مسلم فی صحیحہ: ۷۲۰۷۔

یہ فطری تخلیق یا دین فطرت، یہی رب کی توحید اور اس کی نازل کردہ شریعت ہے جو اب اسلام کی صورت میں محفوظ اور موجود ہے۔(۱)

اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿أوفوا بعهدي أوف بعهدكم وإياي فارهبون﴾ (البقرۃ:۴۰) تم میرے عہد کو پورا کرو، میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا اور مجھ ہی سے ڈرو۔

اس آیت کریمہ میں خطاب یہود سے ہے جن کو عرب میں علم و مذہب سے خاص وابستگی تھی، تاہم امت مسلمہ بھی اس کے عموم میں شامل ہے۔ وہ وعدے جو اللہ نے ان سے لیے تھے اگر انہوں نے ان کو پورا کیا تو اللہ انہیں جنت میں داخل کریگا اور اگر خلاف ورزی کی تو انہیں وہی عذاب لاحق ہوگا جو ان کے اجداد کو لاحق ہوا۔

عہد و میثاق:

یوں اللہ نے ہم سے پوری شریعت کی پابندی کا عہد لیا ہے، مگر وہ خاص عہد جن کا ذکر بنی اسرائیل کے حوالہ سے آیا ہے، وہ یہ ہے: ﴿ولقد أخذ الله ميثاق بني إسرائيل وبعثنا منهم اثني عشر نقيبا وقال الله اني معكم لئن أقمتم الصلاة وآتيتم الزكاة وآمنتم برسلي وعزرتموهم وأقرضتم الله قرضا حسنا لأكفرن عنكم سيئاتكم ولأدخلنكم جنات تجري من تحتها الأنهار﴾ (المائدۃ:۱۲) اور اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد و پیمان لیا اور انہیں میں سے بارہ سردار ہم نے مقرر کیے، اور اللہ نے فرمادیا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نے نماز قائم کی اور زکاۃ ادا کی اور میرے رسولوں پر ایمان لائے، اور ان کی مدد کرتے رہے، اور اللہ تعالی کو عمدہ قرض دیتے رہے، تو تمہارے گناہوں کو مٹادوں گا اور تمہیں اس جنت میں داخل کروں گا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

۱- تقوی: ایفائے عہد کے ساتھ اللہ نے تقوی و پرہیزگاری اختیار کرنے کا بھی حکم دیا جو تقرب الی اللہ کا بہترین ذریعہ ہے: "وأوفوا بعهدي أوف بعهدكم وإياي فارهبون" (البقرۃ:۴۰) اور میرے عہد کو پورا کرو، میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا اور مجھ ہی سے ڈرو۔ آیت کے آخر میں خشیت الہی کا حکم واضح کرتا ہے کہ پابند عہد وہی ہیں جو متقی ہیں، جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہوگا وہی اللہ کی مہربانیوں کا حقدار ہوگا، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجا، ويرزقه من حيث لا يحتسب﴾ (الطلاق:۲-۳) اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے، اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو، دوسری جگہ فرمایا: ﴿إن أكرمكم عند الله أتقاكم﴾ (الحجرات:۱۳) تم میں سے جو اللہ سے زیادہ ڈرتا ہے وہ اللہ کے نزدیک زیادہ معزز ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے خوف اور ڈر میں ہی شرف اور بڑائی ہے، رسول ﷺ نے فرمایا: "كن وَرِعاً تكن أعبد

(۱) احسن البیان: ۶۷-۶۶۶، از حافظ صلاح الدین یوسف۔

الناس ...... الخ" (۱) تقوی اختیار کرو، بہت بڑے عبادت گزار ہوجاؤ گے۔ درحقیقت تقوی شعاری اور عبادت گزاری یہ ایسا تحفہ ہے جو اللہ کے صالح (نیک) بندوں کو ہی ملتا ہے، جو اللہ کے عہد اور شریعت کی حدوں کو پامال نہیں کرتے، رسول ﷺ نے فرمایا: "اتق المحارم تكن أعبد الناس ......الخ" (۲) حرام چیزوں سے بچو، لوگوں میں سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔

اپنے دل میں اللہ کا خوف رکھنا چاہیے، مال کا یا اولاد کا، بیماری اور قحط سالی غرضیکہ ہر قسم کا خوف تقوی کی برکت سے رخصت ہوجائے گا، رزق اور مال کے متعلق اللہ کا ارشاد ہے: ﴿يبسط الرزق لمن يشاء ويقدر﴾ (الشوری:۱۲) رزق میں کشادگی اور کمی یہ اللہ ہی کے حکم سے ہے، اولاد یہ بندوں پر اللہ کا انعام ہے، ﴿يهب لمن يشاء إناثا ويهب لمن يشاء الذكور أو يزوجهم ذكرانا واناثا، ويجعل من يشاء عقيما، انه عليم قدير﴾ (الشوری:۵۰) جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے، یا انہیں جمع کردیتا ہے، بیٹے اور بیٹیاں بھی اور جسے چاہے بانجھ کردیتا ہے، وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔

۲- دوسرا عہد جس کے پورا کرنے سے اللہ تعالی اپنے عہد کو پورا کرتا ہے، اللہ کا فرمان ہے: ﴿يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون﴾ (آل عمران:۱۰۲) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہیے اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔ یعنی اپنی زندگی میں اسلامی احکام وفرائض پر قائم رہنا، منہیات کے قریب نہ جانا اور موت وزندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، اس لیے ہمہ وقت اسلامی اصول کا پابند رہنا چاہیے، تاکہ موت ایمان واسلام پر ہو۔

۳- تیسرا عہد جس کے بارے میں اللہ فرماتا ہے: ﴿أقيموا الصلاة ولا تكونوا من المشركين﴾ (الروم:۳۱) نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہوجاؤ۔

اس عہد کو متعدد جگہ بیان کیا گیا ہے بلکہ اس کی جتنی تاکید آئی ہے دوسرے کسی امر کی نہیں۔ احادیث میں اس کی فضیلت جابجا آئی ہے، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "العهد الذي بيننا وبينهم الصلاة، فمن تركها فقد كفر" (۳) ہمارے اور کافروں کے درمیان جو عہد (نمایاں فرق) ہے وہ نماز ہے جس نے نماز ترک کیا اس نے کفر کیا۔

اللہ کا فرمان ہے: ﴿واستعينوا بالصبر والصلوة وإنها لكبيرة إلا على الخاشعين﴾ (البقرۃ:۴۵) اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو، یہ چیز شاق (بوجھل) ہے، مگر ڈر رکھنے والوں پر۔

(۱) رواہ ابن ماہ فی سننہ: ۴۲۱۷، وصحیحہ الالبانی علیہ الرحمۃ۔ (۲) رواہ الترمذی فی سننہ: ۲۳۰۵، وصحیحہ الالبانی علیہ الرحمۃ۔

(۳) رواہ الترمذی فی سننہ: ۲۶۲۱، وصحیحہ الالبانی علیہ الرحمۃ۔

اس مضمون کی آیات واحادیث کا حصر ممکن نہیں اور اسی طرح عہد ومیثاق کا شمار مقصود نہیں بلکہ صرف اہم نکات پر ہی مختصر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اللہ کا فرمان ہے: ﴿يا أيها الذين آمنوا أوفوا بالعقود﴾ (المائدۃ:۱) اے ایمان والو! عہد وپیمان پورے کرو۔

علامہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مومن بندوں کے لیے اللہ تعالی کے اس فرمان کا تقاضا ہے کہ معاہدے کی پابندی کی جائے۔یعنی اسے مکمل طور پر پورا کیا جائے اور اسے نہ توڑا جائے ،اور نہ اس میں کسی طرح کی کمی کی جائے ، یہ ہر طرح کے عہد ومیثاق کو شامل ہے، چاہے وہ بندے اور اس کے رب کے درمیان کا معاہدہ ہو کہ آدمی لازمی طور پر اللہ کا بندہ بن کر رہے اور عبودیت کے سارے تقاضے پورے کرے، کسی حق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے، اسی طرح رسول اکرم ﷺ کی اتباع واطاعت کا عہد پورا کرے ....اور جو اس کے اور لوگوں کے مابین معاملات کے معاہدے ہیں ان کو اس طرح نبھائے ،خرید وفروخت، اجرت، ہبہ، کرایہ،عطیہ وغیرہ سارے معاہدوں کی پابندی کرے۔(۱)

ایفائے عہد مومن کا امتیاز ہے، احکام الٰہی ہم جن کے مکلّف ہیں یا آپسی انسانی معاملات، ان کا ایفا ضروری ہے، معاشرے میں ہر سطح پر وعدہ خلافی اور عہد شکنی دیکھی جارہی ہے، ذمہ داران وانتظامیہ اپنے عہد کا پاس ولحاظ نہیں رکھتے ،سوداگر مزدوروں کا استحصال کرتے ہیں، طے شدہ قیمت کے مطابق سودا نہیں ہوتا، مزدور کی مزدوری اس کی مجبوری بن گئی ہے، محنت اور صلہ کا پیمانہ بدل گیا، اعتدال وانصاف کے ساتھ معاملات نہیں طے پاتے، معاہدات نبھائے نہیں جاتے، یہ عادتیں صحابہ کی نظر میں منافقین کی تھیں، اب اسے کامیاب گُر سمجھا جانے لگا ہے۔

خصلت نفاق سے پاک ہونے کے باوجود، صحابہ ہمیشہ نفاق سے ڈرتے تھے، اور ہم ان خصلتوں کے عادی ہو چکے ہیں، پھر بھی بے پرواہ ہیں، ہمیں نہ اللہ کا خوف ہے اور نہ اپنے سلسلہ میں نفاق کا ڈر، فالعیاذ باللہ!

رسول ﷺ نے فرمایا: "آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا ائتمن خان"(۲) وفي رواية: "وإذا عاهد غدر ، ...... وإذا خاصم فجر" (۳) وفي رواية: "وإن صام وصلى وزعم انه مسلم" (۴) منافق کی تین علامتیں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، جب امانت لے تو اس میں خانت کرے، اور ایک جگہ ہے: جب عہد کرے تو عہد شکنی کرے، ......اور جب جھگڑا کرے تو ناحق چلے۔(ترجمہ نواب وحید الزماں) اگرچہ روزہ اور نماز کا پابند ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھے۔اللہ رب العالمین کے عہد کو جو پامال کرتے ہیں تو اس کے نتیجے میں ان کے دل میں نفاق ڈال دیا جاتا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: "ومنهم من

(۱) تیسیر الکریم الرحمن (۱/۲۶۲) عبد الرحمن بن ناصر السعدی۔ (۲) رواہ مسلم فی صحیحہ:۲۱۱۔
(۳) ایضا:۲۱۰۔ (۴) ایضا:۳۱۴۔

عاهد الله لئن آتنا من فضله لنصدقن ولنكونن من الصالحين ...... فأعقبهم نفاقا في قلوبهم ...... الخ"۔ (التوبۃ:۷۵-۷۶)

ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے مال دے گا تو ہم ضرور صدقہ وخیرات کریں گے اور پوری طرح نیکوکاروں میں ہوجائیں گے، لیکن جب اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا تو یہ اس میں بخیلی کرنے لگے اور ٹال مٹول کرکے منہ موڑلیا۔ پس اس کی سزا میں اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا اور اللہ سے ملنے کے دنوں تک، کیونکہ انہوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدے کے خلاف کیا اور کیونکہ جھوٹ بولتے رہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "يا معشر المهاجرين! خمس إذ ابتليتم ...... ولم ينقضوا عهد الله وعهد رسوله إلا سلط الله عليهم عدوا من غيرهم ...... الخ" (۱) اے جماعت مہاجرین! پانچ چیزوں میں جب تم مبتلا ہوجاؤ گے، جبکہ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم اسے پاؤ، جب بھی کسی قوم میں کھلم کھلا فحاشی وبے حیائی عام ہوجاتی ہے تو اس پر طاعون اور نت نئی بیماریاں طاری ہوجاتی ہیں جو ان سے پہلے لوگوں میں نہ تھی جو گزر گئے اور جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے تو اس پر قحط سالی اور سخت مہنگائی کی مار پڑتی ہے اور ظالم حکمراں اس پر مسلط ہوجاتے ہیں اور کوئی قوم زکاۃ کی ادائیگی میں کوتاہی سے کام لیتی ہے تو آسمان سے بارش (کے قطرات) روک لیے جاتے ہیں، اگر چوپایے نہ ہوں تو بارش بھی نہ ہو (یعنی اللہ تعالی چوپایوں کے لیے جو بارش کرتا ہے ہم اس سے فیضیاب ہوتے ہیں، اپنے گناہوں کی وجہ سے ہم اس لائق نہیں کہ ہم پر بارش کا نزول ہو) اور جب لوگ اللہ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑتے ہیں تو ان کے اوپر اللہ تعالی ان کے دشمنوں کو مسلط کردیتا ہے تو وہ ان کے اختیارات وملکیت میں دخل اندازی کرنے لگتے ہیں (حتی کہ بے دخل کردیتے ہیں) اور رہبران امت جب کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرنا ترک کردیں گے، جو کچھ اللہ نے نازل کیا اسے اختیار نہیں کریں گے تو اللہ تعالی ان کے درمیان خانہ جنگی پیدا کردے گا۔

اس حدیث کے تناظر میں ہم اپنے معاشرہ پر نظر ڈالیں، کیا رسول اکرم ﷺ کی پیشین گوئی حرف بہ حرف ہمارے اوپر صادق نہیں آرہی ہے؟

کیا عجیب وغریب بیماریاں اور لاعلاج وائرس ایبولا ہماری نسل کو تباہ نہیں کررہا ہے، مہنگائی کی مار اور حکمراں کے مظالم، قحط سالی، دشمنوں کا تسلط اور خانہ جنگی ہمارے گناہوں کی سزا ہے۔

ضرورت ہے کہ ہم اپنے اس عہد کی طرف لوٹیں جو ہم نے اللہ اور اس کے رسول سے کیا ہے۔ اللہ ایفائے عہد کی توفیق دے، آمین۔

☆☆☆

(۱) رواہ ابن ماجہ فی سننہ: ۴۰۱۹، وصححہ الالبانی علیہ الرحمۃ۔

ادبیات

امام شافعی رحمہ اللہ اوران کی شاعری

تحریر: عبدالغفار سلفی
ریسرچ اسکالر، بی ایچ یو

امام شافعی رحمہ اللہ ائمہ اربعہ میں امتیازی حیثیت کے حامل تھے، آپ بیک وقت ایک عظیم محدث بھی تھے اور ایک ماہر فقیہ بھی، آپ روایت ودرایت کے جامع تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت غزہ میں ہوئی۔ آپ کے والد ادریس جوانی میں ہی فوت ہوگئے تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ نے اپنے یتیم بچے کو بڑی محبتوں سے پالا پوسا۔ امام شافعی دوسال کے تھے کہ آپ کی والدہ آپ کو مکہ مکرمہ لے کر آئیں اور آپ نے وہیں نشو ونما پائی۔ بچپن ہی سے آپ فن تیراندازی میں زبردست مہارت رکھتے تھے۔ دس نشانوں میں نو نشانے آپ کے بالکل صحیح ہوتے تھے۔ آپ نے عربی زبان اور عربی شاعری پر بھی دسترس حاصل کی۔

اپنے شہر میں آپ نے مسلم بن خالد الزنجی مفتی مکہ، داود بن عبدالرحمٰن العطار، آپ کے چچا محمد بن علی بن شافع، سفیان بن عیینہ، عبدالرحمٰن بن ابی بکر الملیکی، سعید بن سالم، فضل بن عیاض وغیرہ جیسے اساطین علم وفضل سے کسب فیض کیا۔ تقریباً بیس سال کی عمر میں آپ نے مدینہ کا سفر کیا اور امام مالک رحمہ اللہ سے موطأ پڑھی۔

آپ نے متعدد کتابیں لکھیں، علم کو مدون کیا، آپ سے حدیث بیان کرنے والوں میں امام حمیدی، ابوعبید قاسم بن سلام، احمد بن حنبل، سلیمان بن داود الہاشمی، اسحاق بن راہویہ وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ (۱)

امام شافعیؒ ایک بلند پایہ شاعر بھی ہیں۔ آپ کی شاعری میں معنی کی لطافت، اسلوب کی بلندی اور شاعری کی روح پائی جاتی ہے۔ علم حدیث اور فقہ کی طرف راغب ہونے کے پہلے آپ شعر وادب کے ہی دلدادہ تھے۔ آپ نہایت ذہین تھے، حافظہ بے حد مضبوط تھا۔ آپ نے اپنے بچپن کا بیشتر حصہ بنی ہذیل کے درمیان گزارا تھا اس لیے آپ کی زبان بہت عمدہ تھی۔ لغت عربی، ادب اور نحو میں مہارت حاصل ہونے کی بھی یہ ایک بہت بڑی وجہ تھی۔ آپ کے اشعار غور وفکر پر آمادہ کرتے ہیں۔ ان میں معانی وحکم کا گنج گراں مایہ موجود ہے۔

دیوان شافعی:

امام شافعی رحمہ اللہ کے اشعار کا دیوان "الجوهر النفيس فى شعر الإمام محمد بن ادريس" کے نام سے محمد ابراہیم سلفی کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ ۱۹۸۸ء میں مکتبہ ابن سینا، قاہرہ سے طبع ہوا۔ محقق نے اس نسخے میں بہت مفید حواشی چڑھائے ہیں۔ اکثر اشعار کو ان کے لائق عنوان سے معنون کیا ہے۔ دیوان شافعی کا یہی نسخہ سب سے عمدہ اور متداول بھی

(۱) امام شافعی کا یہ سوانحی خاکہ سیر اعلاء النبلاء (۱۰/۵) سے قدرے تصرف کے ساتھ ماخوذ ہے۔

ہے۔آپ کا یہ دیوان تقریبا۱۶۰صفحات پر مشتمل ہے۔

منتخب اشعار:

شاعری میں امام شافعی کا اپنا ایک مخصوص ذوق ہے۔ان کی شاعری عام شاعری سے ہٹ کر ہے،انہوں نے شاعری کے عام موضوعات مدح وہجو،غزل،فخر،اعتذار وغیرہ سے انحراف کرتے ہوئے بامقصد شاعری کی ہے۔وہ خود شاعری کے بارے میں کہتے ہیں:

ولولا الشعر بالشعراء يزري لكنت اليوم أشعر من لبيد (۱)

(اگر شاعری شعراء کے حق میں عیب کا سامان نہ ہوتی تو آج میں لبید سے بھی بڑا شاعر ہوتا)۔

انہوں نے شاعری کی سب سے اعلی قسم کو اختیار کیا ہے۔ان کی شاعری میں عقیدۂ صحیحہ کی دعوت ملتی ہے۔ایک مسلمان کے لیے سب سے بنیادی چیز اللہ کی معرفت ہے،امام شافعی کی شاعری میں یہ چیز وافر مقدار میں ملتی ہے،انہوں نے اسلام کی پیش کردہ اعلی اخلاقی اقدار،فکر آخرت، دنیا کی بے ثباتی وغیرہ جیسے اہم موضوعات کو برتا ہے۔آیئے ہم ان کے کچھ منتخب اشعار کے ذریعہ ان کی شاعری کی قدر وقیمت کا اندازہ لگاتے ہیں:

دع الأيام تفعل ما تشاء وطب نفسا إذا حكم القضاء (۲)

(زمانے کو چھوڑ دو، وہ جو چاہے کرے، جب تقدیر کا کوئی فیصلہ آئے تو تم راضی برضا رہو)۔

ولا تجزع لحادثة اليالي فما لحوادث الدنيا بقاء (۳)

(گردش ایام پر جزع وفزع مت کرو، دنیا کے حادثے ہمیشہ نہیں رہتے۔

وكن رجلا على الأهوال جلدا وشيمتك السماحة والوفاء (۴)

(مصائب کے سامنے ایک سخت دل مرد بن جاؤ لیکن اپنے اخلاق میں ہمیشہ نرمی اور وفاداری کو ملحوظ رکھو)۔

إذا سبّني فذل تزايدت رفعة وما العيب إلا أن أكون مسابه (۵)

(جب کوئی گھٹیا شخص مجھے گالی دیتا ہے تو میری عظمت ورفعت میں اور اضافہ ہوجاتا ہے،عیب تو تب ہے کہ جب میں بھی اس کی گالی کا جواب دوں)۔

وذات الفتى والله بالعلم والتقى إذا لم يكونا لا اعتبار لذاته (۶)

(۱)دیوان شافعی،ص:۴۰۔ (۲)دیوان شافعی،ص:۱۰۔
(۳)ایضا۔ (۴)دیوان شافعی،ص:۱۰۔
(۵)ص:۱۹۔ (۶)ص:۳۴۔

(واللہ! نوجوان کا وجود تو دراصل علم اور تقوی کی بدولت ہے۔ یہ دونوں چیزیں نہ ہوں تو اس کی ذات کا کوئی اعتبار نہیں۔)

ولما أتيت أطلب عندهم — أخا ثقة عند ابتلاء الشدائد
تقلبت في دهري رخاء وشدة — وناديت في الأحياء هل من مساعد
فلم أر فيما ساء ني غير شامت — ولم أر فيما سرني غير حاسد (١)

(جب میں مصیبتوں میں مبتلا رہوں تو لوگوں کے پاس کسی بھروسے مند بھائی کی تلاش میں گیا۔انقلاباتِ زمانہ میں میں خوشحالی اور تنگ دستی دونوں سے روبرو ہوا۔ میں نے محلوں میں جا کر آواز دی ''ہے کوئی مدد کرنے والا'' مگر جب بھی مجھے پریشانیاں آئیں تو ان پر خوش ہونے والوں کے سوا کوئی نظر نہ آیا اور جب اچھے حالات آئے تو حسد کرنے والوں کے سوا کوئی نظر نہ آیا۔)

يريد المرء أن يعطى مناه — ويأبى الله إلا ما أرادا
يقول المرء فائدتي ومالي — وتقوى الله أفضل ما استفادا (٢)

(آدمی چاہتا ہے کہ اس کو اس کی آرزوؤں کے مطابق دے دیا جائے جب کہ اللہ تعالی وہی کرتا ہے جس کا وہ ارادہ فرماتا ہے۔آدمی کہتا ہے کہ میرا فائدہ ہونا چاہیے۔ مجھے مال ملنا چاہیے جب کہ اللہ کا تقوی ہی سب سے افضل حاصل ہونے والا ہے)۔

إذا لم أجد خلا تقيا فوحدتي — ألذ وأشهى من غوى أعاشره
وأجلس وحدي للعبادة آمنا — أقر بعيني من جليس أحاذره (٣)

(جب مجھے متقی دوست نہ ملے تو کسی سرکش کے ساتھ رہنے کے مقابلے تنہا رہنے میں زیادہ لذت ہے، میں تنہا بیٹھ کر اطمینان سے عبادت کروں اس میں میری آنکھوں کی زیادہ ٹھنڈک ہے بہ نسبت اس کے کہ میں ایسے آدمی کو ہم نشیں بناؤں جس سے مجھے ڈر ہو)۔

شكوت إلى وكيع سوء حفظي — فأرشدني إلى ترك المعاصي
وأخبرني بأن العلم نور — ونور الله لا يهدى لعاصي (٤)

(١)ص:٥٢۔ (٢)دیوان شافعی،ص:٦٠۔
(٣)ص:٦٧۔ (٤)ص:٨٧۔

(میں نے حضرت وکیعؒ سے اپنے سوء حافظہ کی شکایت کی، انہوں نے میری رہنمائی فرمائی کہ گناہوں کو چھوڑ دوں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ علم ایک نور ہے اور اللہ کے نور کی توفیق کسی نافرمان اور معصیت کیش انسان کو نہیں مل سکتی۔)

أحب الصالحين ولست منهم لعلي أن أنال بهم شفاعة

وأكره عن تجارته المعاصي ولو كنا سواء في البضاعة (۱)

(میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں حالاں کہ ان میں سے نہیں ہوں، شاید کہ میں ان لوگوں کی سفارش حاصل کرسکوں۔ میں ایسے لوگوں کو ناپسند کرتا ہوں جو گناہ کی تجارت کرتے ہوں، اگر چہ ہم سب سامان کے اعتبار سے برابر ہیں۔ (یعنی میں بھی گناہ گار ہوں)

ولا تعطين الرأي من لا يريده فلا أنت محمود ولا الرأي نافعه (۲)

(جو رائے لینا نہ چاہتا ہو اسے رائے مت دو کیونکہ ایسی صورت میں نہ تو تمہاری تعریف ہوگی اور نہ تمہاری رائے اسے فائدہ پہنچائے گی)

أعرض عن الجاهل السفيه فكل ما قال فهو فيه

فما ضر بحر الفرات يوما أن خاض بعض الكلاب فيه (۳)

(جاہل اور بیوقوف شخص سے اعراض کرو، وہ جو بھی کہتا ہے خود اس میں مبتلا ہوتا ہے، دریائے فرات کا اس سے بھلا کیا بگڑ جائے گا اگر کسی دن اس میں کچھ کتے ڈبکی لگائیں)۔

ان اشعار سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امام شافعی اپنی شاعری میں اپنے تجربات اور مشاہدات کو سمیٹ دیتے ہیں نیز ان کے اشعار زندگی کے بارے میں ان کے مخصوص فلسفے اور نظریے کا پتہ دیتے ہیں۔ رحمه الله رحمة واسعة.

☆☆☆

(۱) دیوان شافعی، ص:۹۰۔

(۲) ص:۹۳۔

(۳) ص ۱۵۶۔

حکومت سعودی عرب کے چند اہم کارنامے

عبدالاحد احسن جمیل
جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

جب سے حکومت سعودی عرب برسر اقتدار آئی ہے اس نے ایسے بہت سے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جن کو رہتی دنیا تک سراہا جائے گا۔ انہی میں سے چند کو ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں۔

یہ حکومت ایسے لوگوں کے ہاتھوں قیام میں آئی جو حق کے علمبردار تھے۔ اس لئے ان لوگوں نے سب سے پہلا کام ملک سے شرک وبدعات کا خاتمہ کی شکل میں کیا۔

جب أمیر سعود بن عبدالعزیز بن محمد رحمہ اللہ نے شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ اوران کی دعوت کے بارے میں سنا تو اس کو قبول کرتے ہوئے ان سے یہ وعدہ لیا کہ آپ اس شہر کو چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گے تو شیخ رحمہ اللہ نے اس بات پر امیر رحمہ اللہ سے بیعت کر لی اور اپنی دعوت کو عام کرنے لگے۔ مختصر عرصہ میں آپ کی دعوت درعیہ شہر میں پھیل گئی اور وہاں سے شرکیہ اعمال کا خاتمہ ہوگیا، اوراس کے قرب وجوار میں بھی آپ کی دعوت تیزی کے ساتھ پھیل گئی۔ آپ نے کئی بار حجاز کے امراء کے سامنے اپنی دعوت پیش کی۔ اسی اثناء شیخ رحمہ اللہ کا انتقال ہوگیا،لیکن امیر سعود رحمہ اللہ نے ان کی دعوت کو آگے بڑھاتے ہوئے طائف پھر حجاز کا رخ کیا اور حجاز میں سب سے پہلے مکہ پر یکم محرم سنہ ۱۲۱۸ ہجری کو فجر کے وقت توحید کا جھنڈا بلند کیا، پھراس کے دوسالوں بعد ۱۲۲۰ ہجری میں مدینہ پر توحید کا جھنڈا لہرایا اوران دونوں جگہوں سے جومزارات یا خرافات کی چیزیں تھی سب کا خاتمہ ہوگیا۔ اسی اثناء ہندوستان سے علماء بریلویہ کی ایک جماعت امیر سعود کے پاس پہنچی یہ سوال لے کر کہ آپ نے ان مزارات کو کیوں ڈھا دیا تو انہوں نے کہا کہ یہ ہمارے علماء ہیں انہوں نے ہمیں یہ خبر دی کہ کتاب وسنت کی روشنی میں یہ ساری چیزیں ممنوع (حرام) ہیں اب تم ایسی دلیل لاؤ کتاب وسنت کی روشنی میں جو یہ ثابت کرے کہ یہ چیزیں صحیح ہیں، اگر تم نے ان چیزوں کے جواز کو کتاب وسنت صحیحہ کی روشنی میں ثابت کر دیا تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں سونے کے مزارات بنادوں گا،لیکن وہ لوگ ثابت نہ کرسکے اور اپنا سامنہ لے کر اپنے ملک واپس لوٹ گئے، اس طرح سے اس بلد مقدس سے ہر قسم کے شرک وبدعات کا خاتمہ ہوگیا، اور الحمد للہ یہ حکومت آج تک توحید کے علم کو بلند کئے ہوئے ہے، اللہ ان کی حفاظت کرے۔

۲۔ دوسرا بڑا کارنامہ اس حکومت نے یہ انجام دیا کہ ملک عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اقتدار پاتے ہی جو حرم مکی کے اندر چار مصلے کو ختم کرکے لوگوں کو ایک امام کے پیچھے اکٹھا کیا۔

۳۔تیسرا بڑا کارنامہ جواس حکومت نے انجام دیا وہ تھا مسجد حرام اور مسجد نبوی کی تعمیر وتوسیع ۔ملک عبدالعزیز رحمہ اللہ نے سب سے پہلے ایک کمیٹی تشکیل دی، جو مجلس ادارۃ الحرم کے نام سے موسوم ہوئی، اس کا کام صرف حرم کی تعمیر وتوسیع دیکھنا تھا، ۱۳۴۴ ہجری میں پہلی بار پورے حرم کی مرمت اور اصلاح کی گئی۔

اس کے بعد دوسری بڑی توسیع ملک سعود رحمہ اللہ کے دور میں عمل میں آئی پھر خادم الحرمین الشریفین فہد رحمہ اللہ کے دور میں اور اب تک کی سب سے بڑی توسیع کی بنیاد ملک عبداللہ رحمہ اللہ نے رکھی جس پر کام جاری ہے۔الحمدللہ۔

۴۔چوتھا بڑا کام جواس حکومت نے انجام دیا وہ علماء کمیٹی کی تشکیل دی۔ملک سعود رحمہ اللہ نے جب یہ دیکھا کہ ہر وقت امت کو نئے نئے مسائل درپیش ہوتے رہتے ہیں تو انہوں نے وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ محسوس کی کہ علماء کی ایک کمیٹی ہو جو دینی امور کو انجام دے اور نئے نئے مسائل جن میں اجتہاد درکار ہوں ان کا حل کتاب وسنت کی روشنی میں پیش کرے تو انہوں نے علماء کمیٹی کو تشکیل دیا، جو شعبان ۱۳۷۴ ہجری میں عمل میں آئی اور مملکت سعودی عرب کے پہلے مفتی شیخ محمد بن ابراہیم بن عبداللطیف بن عبدالرحمن بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب ہوئے، اور پھر منظم طور سے اس کی تشکیل شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ کے انتقال کے دو سال بعد ۱۳۷۶ ہجری مطابق ۱۹۷۱ عیسوی میں دی گئی اور اس کمیٹی کو الرئاسۃ العامۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء کا نام دیا گیا اور اس کے صدر شیخ محمد رحمہ اللہ کے بیٹے ابراہیم بن محمد بن ابراہیم ہوئے۔اس کے چار سال بعد شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کو ۱۳۸۰ ہجری مطابق ۱۹۷۵ عیسوی میں اس کمیٹی کا صدر بنا دیا گیا اور اس کمیٹی کا نام الرئاسۃ العامۃ لادارات البحوث العلمیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد ہو گیا جو آج تک باقی ہے۔شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد مملکت سعودی عرب کے مفتی عبدالعزیز بن عبداللہ بن محمد آل الشیخ بنے جو الحمدللہ باحیات ہیں۔اللہ شیخ کی زندگی میں برکت عطا فرمائے۔

۵۔پانچواں بڑا کام جواس حکومت نے کیا وہ ہے قرآن پرنٹنگ پریس کا قیام جو مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف کے نام سے جانا جاتا ہے۔اس کی بنیاد خادم الحرمین الشریفین فہد رحمہ اللہ نے ۱۶ محرم ۱۴۰۳ ہجری مطابق ۱۹۸۲م کو رکھی، اور باقاعدہ اس کا افتتاح ۶ صفر ۱۴۰۵ ہجری مطابق ۱۹۸۴ء کو ہوا۔یہ وقت کی ایک بہت بڑی ضرورت تھی، جواس مجمع کے ذریعہ پوری ہوئی۔اب تک اس مجمع سے ۱۶۰ قسم کے تراجم، تفاسیر اور سادہ قرآن پرنٹ ہو چکا ہے جس کی مجموعی تعداد ۱۹۳ ملین ہے۔

اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ اس حکومت کی مدد فرما اور دشمنان اسلام کے مکر وفریب سے اس کو محفوظ رکھ۔

+++

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ کی یاد میں

(۱۹۲۵-۲۲؍دسمبر ۲۰۱۵ء)

مصلح نوشہروی

بزمِ ہستی میں ہے ناممکن دوامِ زندگی
موت کا پیغام ہیں یہ صبح و شامِ زندگی
بے وفائی کا ہے مظہر یہ جہانِ بے ثبات
بے محابہ ہے فنا کی زد پہ ساری کائنات
زمرۂ علم و عمل کو ''زندہ تابندہ'' کیا
جو نہیں معروف تھا اس کو بھی پایندہ کیا
سرزمینِ ہند میں تاریخِ اسلامی کا باب
''آمدِ اسلام'' سے وہ بن گیا روشن کتاب
ان کی تحریروں سے روشن نامِ قرآن وحدیث
اور متعارف ہوئے خدّامِ قرآن وحدیث
ہفت اقلیم و دبستان و گلستانِ سلف
تھا فقط ترتیبِ تاریخِ سلف ان کا ہدف
ہو گیا علم و ہنر کا ان سے آوازہ بلند
سج گئی ہے ان کی تحریروں سے بزمِ ارجمند
اوّلیاتِ سلف، ہنگامۂ برصغیر
یعنی ہند و پاک میں اہلِ حدیثوں کی لکیر
ایک دیگر کے شناسا ہوگئے علمائے ہند
یعنی اردوئے معلّی میں جو ہے ''فقہائے ہند''
تھا صحافت میں ہمیشہ سے بہت اعلی مقام
جس کا شاہد ''المعارف''، جس کا در ''الاعتصام''
دلّی و لاہور و امرتسر نہیں کچھ دور ہیں
پر رحیم آباد و آرہ اور مبارک پور ہیں
لکھ دیے سیر وتراجم میں وہاں کے واقعات
جیسے کہ حاضر وہاں تھے وہ بہ وقتِ واردات
☆☆☆

ان کی تحریروں سے ان کے ذوقِ عالی کا ظہور
قابلِ تعریف ہے اور باعثِ کیف وسرور
کچھ نہیں تعقید ہوتی ہے کسی تعبیر میں
کھینچتے ہیں ایسا نقشہ حیطۂ تحریر میں
ان کی مجلس میں طوالت سے نہ ہوتا تھا ملال
علم کے موتی کی قیمت، اور ظرافت کا کمال
ان کی صحبت اور مجلس کی لطافت کا جواب
مل نہیں پایا ہے تہذیب وثقافت کا جواب
ذکرِ اسلافِ گرامی تھا حسین انداز میں
منہمک ہو جائے سامع اس کے سوز وساز میں
ان کی طرزِ زندگی بالکل نہ دل آزار تھی
غیرتِ مسلک نہاں دل میں شعلہ بار تھی
سادگی وصبر وشکر و زہد اور تقوی شعار
ان سے اخلاقِ حمیدہ کا ہوا بالا وقار
حضرتِ اسحاق بھٹی میں سبھی اوصاف تھے
اپنے اخلاق وادب میں پیروِ اسلاف تھے
تھا سوانح شخصیت سیرت نگاری کا مجاز
چل بسا خاکہ نگاری کا وہی دانائے راز
زندگی بخشی ہزاروں علم کے آفاق کو
موت نے چھوڑا نہیں پر حضرتِ اسحاق کو
''ہیں اسی قانونِ عالم گیر کے یہ سب اثر
بوئے گل کا باغ سے گل چیں کا دنیا سے سفر''
☆☆☆

اخبار جامعہ

مدینہ یونیورسٹی کے وفد کی تشریف آوری:

۱۴؍دسمبر ۲۰۱۵ء کو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے اساتذہ ڈاکٹر حسین بن نفاع الجابری، ڈاکٹر عبدالکریم بن عیسی الرحیلی اور ڈاکٹر حامد بن معاوض الجہنی پر مشتمل ایک وفد جامعہ سلفیہ بنارس تشریف لایا۔ اپنے مختصر قیام کے دوران وفد نے جامعہ کے شعبہ جات کا معائنہ فرمایا۔ محترم ناظم اعلی اور اساتذۂ جامعہ سے ملاقات کی اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ کے امیدوار طلبہ جو ملک کے مختلف شہروں سے آئے تھے ان کا تحریری ٹسٹ لیا۔ ظہرانہ تناول فرمانے کے بعد یہ وفد جامعہ سے رخصت ہوگیا۔

اوقات تعلیم میں تبدیلی:

ششماہی امتحان اور موسم سرما کی تعطیل کے بعد ۱۶؍جنوری کو جب جامعہ میں دوبارہ تعلیم کا آغاز ہوا تو جامعہ کے نظام کے مطابق اوقات تعلیم تبدیل کردیا گیا۔ اب تعلیم کے اوقات صبح ۸ تا دوپہر ۲؍بجے تک ہیں۔ دو گھنٹی کے بعد ناشتہ کا وقفہ اور چھ گھنٹی کے بعد ظہر کی نماز کے لیے وقفہ رکھا گیا ہے۔

سردی کی وجہ سے خصوصی تعطیل:

بنارس میں اچانک سردی بڑھ جانے کی وجہ سے شہر کے ڈیم ایم نے درجہ ۱۲ تک کے تمام سرکاری وغیر سرکاری تعلیمی ادارے ۱۹؍جنوری سے ۲۴؍جنوری تک بند رکھنے کا حکم دیا۔ اس حکم کی تعمیل میں جامعہ کے متوسطہ وثانویہ کی تعلیم بند کردی گئی۔

جامعہ سلفیہ میں جشن یوم جمہوریہ:

۲۶؍جنوری یوم جمہوریہ کو جامعہ سلفیہ اور مدرسہ زید بن ثابت میں حسب سابق قومی پرچم لہرایا گیا۔ تمام شعبوں میں تعلیم بند رہی اور طلباء نے علمی وثقافتی پروگرام منعقد کئے جس میں مجاہدین آزادی کو خراج عقیدت پیش کرنے کے ساتھ ساتھ حب الوطنی اور ملک وقوم کی خدمت کا عہد لیا گیا۔

....

۲۱؍جنوری ۲۰۱۶ء کو کویت سے ڈاکٹر خالد ظفیری، استاذ جامعۃ الکویت جامعہ میں تشریف لائے۔ جامعہ میں ان کا والہانہ استقبال کیا گیا۔ اپنے قیام کے دوران مہمانان گرامی نے جامعہ کے مختلف شعبوں کو دیکھا اور اساتذہ کرام سے تعلیمی امور پر تبادلۂ خیال کیا۔ واضح ہو کہ محترم مہمان گرامی ڈاکٹر ربیع بن ہادی مدخلی حفظہ اللہ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور سلفیت کے بارے میں متحمس اور وسیع المطالعہ ہیں۔

☆☆

عالم اسلام

ظل الرحمٰن سلفی رسنٹرل لائبریری

شاہ سلمان اتحاد امت کے علمبردار ہیں:

پاکستان کے صدر ممنون حسین نے خادم الحرمین الشریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز کی عالم اسلامی میں اتحاد و یکجہتی کی مساعی کوشاندار خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ہے شاہ سلمان بن عبدالعزیز آل سعود مسلم امت میں اتحاد کے علمبردار ہیں۔ العربیۃ ڈاٹ نیٹ کے مطابق صدر پاکستان ممنون حسین نے ان خیالات کا اظہار رابطہ عالم اسلامی کے سکریٹری جنرل ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی کی قیادت میں ایک نمائندہ وفد سے ملاقات کے دوران کیا۔

صدر ممنون حسین کا کہنا تھا کہ سعودی عرب اور اسلامی جمہوریہ پاکستان عالم اسلام میں اتحاد کی مساعی جمیلہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مزید ان کا کہنا یہ بھی تھا کہ دہشت گردی دنیا کا سب سے بڑا فتنہ ہے۔ پاکستان اور سعودی عرب سمیت دنیا کے تمام ممالک اس فتنے کے شکار ہیں۔ (اردو نیوز-آن لائن)

اسپین: نومسلم افراد کی کثرت:

اسپین کے قومی انسٹی ٹیوٹ برائے آبادی اور جمعیت المسلمین اسپین کے اعداد وشمار کے مطابق ملکی سطح پر اسلام قبول کرنے والوں میں ۴۰ فیصد وہ ہیں جن کا شمار ملک کے حقیقی باشندوں میں ہوتا ہے۔ ان کی سب سے بڑی تعداد کٹالونیا میں آباد ہے، جہاں مسلمانوں کی تعداد سات لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ یہ تعداد مقامی آبادی کا 7.2 فیصد ہے، جو فرانس اور بیلجیم میں آباد مسلمانوں کی تعداد کے قریب ہے۔

اسی طرح اسپین میں معروف روزنامہ کرانیکل ڈیجیٹل کی رپورٹ کے مطابق اسپین میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد تقریبا فرانس کی تعداد کے مساوی ہے۔ چنانچہ 2010 سے 2015 تک صرف کٹالونیا میں سات ہزار افراد اسلام قبول کر چکے ہیں۔ ان میں سے ہر دس افراد میں سات افراد اسپین کے اصلی باشندے ہیں۔ (صراط مستقیم، برمنگھم ۱۲/۲۰۱۵ء)

سعودی عرب میں ہندو لفظ ''راما'' سمیت ۵۰ ناموں پر پابندی:

مقامی میڈیا کے مطابق سعودی عرب کی وزارت داخلہ کے ''محکمۂ شہری امور'' کی جانب سے جاری کردہ فہرست میں کئی ایسے نام بھی شامل ہیں، جن کا استعمال سعودی عرب سمیت کئی دیگر ممالک میں ہوتا ہے، جب کہ فہرست میں کچھ نام ایسے بھی شامل کیے گئے ہیں جن کا استحقاق صرف شاہی خاندان کے علاوہ مملکت کے کسی اور شہری کو حاصل نہیں۔

سعودی حکام کا کہنا ہے کہ سعودی عرب میں بسنے والے افراد اپنے بچوں کو راما، بن یامین، مالک، ملکہ، عبدالناصر، عبدالرسول، عبدالنبی، جبرئیل، نبی، امی اور ملاک سمیت ۵۰ ناموں سے نہیں پکار سکیں گے۔ واضح ہو کہ جن ناموں پر پابندی عائد کی گئی ہے، ان میں بیشتر غیر اسلامی ہونے کے ساتھ سعودی ثقافت سے بھی مطابقت نہیں رکھتے۔ (ایکسپریس اردو-آن لائن) ☆

باب الفتاوی

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا نماز جنازہ میں دونوں طرف سلام پھیرا جائے یا ایک طرف؟ اس مسئلہ کے بارے میں راجح وافضل مسلک کیا ہے۔

الجواب هو الموفق للصواب:

صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ نماز جنازہ نماز ہی ہے اور ہر نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو سلام کرتے تھے اور کبھی کبھی ایک سلام پر اکتفا کرتے تھے یعنی ایک سلام فرض ہے اور دوسرا سلام مسنون ہے اس لئے نماز جنازہ میں دو سلام مشروع ومسنون ہیں اور ایک سلام پر اکتفاء کرنا جائز ہے۔

محدث عصر شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

نماز جنازہ پڑھنے والا دو سلام کرے، ایک دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب اور اگر ایک ہی سلام پر اکتفاء کرے تو بھی جائز ہے۔ (احکام الجنائز: ص ۱۲۸)

یہ اور ان کے علاوہ دیگر بہت سے علمائے محققین کا یہی موقف ہے کہ نماز جنازہ میں دو سلام تو مشروع ہیں لیکن اگر ایک سلام پر اکتفاء کیا جائے تو بھی کافی ہے۔

ہر نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جانب سلام پھیرتے اور کبھی کبھی ایک سلام پر بھی اکتفاء کرتے تھے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) عن عبدالله عن النبی صلی الله علیه وسلم انه کان یسلم عن یمینه وعن شماله: السلام علیکم ورحمة الله، السلام علیکم ورحمة الله (السنن للترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی التسلیم فی الصلاة: ۱۹۵۸ واخرجه احمد فی مسنده والنسائی فی سننه والطحاوی فی شرح معانی الآثار وابو داود والطیالسی فی سننه) ان حوالہ جات کے لئے دیکھئے التحقیق فی مسائل الخلاف لابن الجوزی مع التنقیح للذهبی وحاشیته ۲/ ۳۵۶) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں میں دائیں بائیں سلام پھیرتے تھے۔

(۲) اس معنی ومفہوم کی احادیث ان کے علاوہ دیگر صحابۂ کرام سے بھی مروی ہیں۔ (دیکھئے التحقیق مع التنقیح ۲/ ۳۵۷-۳۵۹)

جن سے یہ بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دو سلام کرتے تھے۔

بعض حدیثوں میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ایک سلام بھی کرتے تھے۔ والمطلق یجری علی اطلاقه بدون مانع. اس قاعدہ کے مطابق تمام نمازوں کے لئے یہ حکم عام ہے۔ بہر حال ان دونوں حدیثوں کو پیش نظر رکھ کر یہی کہا جاسکتا ہے کہ دو سلام مسنون ہیں اور ایک سلام فرض وواجب ورکن ہے، اس صورت میں دونوں حدیثوں میں

تطبیق ہو جاتی ہے۔

نماز جنازہ دوسری نمازوں کی طرح ہے اور دوسری نمازوں میں بالاتفاق دو سلام مشروع ہیں اور ان میں ایک سلام واجب یا فرض ہے کما نص علیه کثیر من المحققین کما فی المرعاۃ ۳/۳۹۹، شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

میرے نزدیک حق یہ ہے کہ ہر مصلی (نمازی) کے لئے صرف دو سلام مشروع ہیں، ان میں ایک رکن ہے، اس کے بغیر نماز کفایت نہیں کرے گی اور دوسرا سلام سنت ہے چنانچہ اس مسئلہ پر وارد احادیث اسی پر دلالت کرتی ہیں، اس صورت میں تمام احادیث اور اقوال صحابہ میں تطبیق وتوفیق ہو جاتی ہے یعنی دو سلام مشروع ومسنون ہیں اور ان میں ایک واجب ہے۔ اس کی صحت پر اجماع امت بھی دال ہے جیسے علامہ ابن منذر اور امام نووی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ لہٰذا نماز جنازہ میں بھی دو سلام مشروع ہوں گے، اور ایک واجب وفرض۔

نماز جنازہ میں دو سلام کی صریح دلیلیں:

۱- ثلاث خلال کان رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعلهن، تركهن الناس، احداها التسليم على الجنازة مثل التسليم فى الصلاة،أخرجه الطبرانى فى الكبير(۱۰۰۲۲)والبيهقى فى السنن٤/٤٣ بسنديهمامن طريق زيد بن انيسة عن حماد بن زيد عن ابراهيم عن ابن مسعود قال،سنده حسن كما قال الالبانى فى احكام الجنائز ص ١٢٧ وقال الهيثمى فى مجمع الزوائد ٣/٣٤ رواه الطبرانى ورجاله ثقات، وقال النووى فى المجموع ٥/٢٣٥:اسناد جيد، وقال المحقق زهير شاويش وشعيب ارناؤط فى هامش شرح السنة للبغوى ٥/٣٤٦-٣٤٧:حديث حسن وقال المحققان شعيب ارناؤط و عبد القادر ارناؤط فى حاشية زاد المعاد ١/٤٩١ اسناده حسن وقال الدكتور محمد ضياء الرحمن الأعظمي في المنة الكبرى:٣/٦٥، هذا الحديث حسن وللحديث شواهد أخرى.

ان محققین علمائے کرام کے تحقیقی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث کم از کم حسن درجہ میں ہے اور حدیث حسن سے استدلال درست ہے کما قال بہ جماہیر المحدثین، نیز اس کے شواہد بھی ہیں، امام نووی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”ثم الحسن كالصحيح فى الاحتجاج به وان كان دونه فى القوة اور اس عبارت کی شرح امام سیوطی اس طرح کرتے ہیں کہ: ولا بدع فى الاحتجاج بحديث له طريقان لو انفرد كل منهما لم يكن حجة كما فى المرسل ، اذا ورد من وجه آخر مسندا او وافقه مرسل آخر بشرطه(التقريب مع الترتيب ص ١٢٥)“ یعنی حدیث حسن بھی حدیث صحیح کی طرح قابل استدلال ہیں، امام سیوطی فرماتے ہیں کہ اگر کسی حدیث کے دو طرق ہیں تو اس سے استدلال کرنے میں کوئی قباحت نہیں حالانکہ ہر ایک طریق قابل احتجاج نہیں، جس طرح مرسل حدیث ضعیف ہے لیکن یہ حدیث اگر کسی دوسرے طریق سے مسنداً یا مرسلاً مروی ہو تو وہ قابل احتجاج ہو جاتی ہے۔

۲- حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم على جنازة فسلم عن يمينه وعن شماله''(أخرجه الطبرانى فى المعجم الاوسط:٤٣٣٤ وفى مجمع البحرين:١٢٩٦ وقال الهيشمى فى مجمع الزوائد ٣/١٤١، اخرجه الطبرانى فى المعجم الكبير ايضا، رجاله كلهم ثقات الا خالد بن نافع، امام ابوزرعہ اور امام نسائی نے ان کی تضعیف کی ہے اور امام ابوحاتم نے شيخ ليس بقوى يكتب حديثه کہا ہے (دیکھئے میزان الاعتدال ولسان المیزان والجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ترجمہ خالد بن نافع)

یہ حدیث اگرچہ سنداً ضعیف ہے اس لئے کہ اس سند میں خالد بن نافع ضعیف ہے لیکن بطور شاہد پیش کی جا سکتی ہے۔ امام ابوحاتم کا قول یکتب حدیثہ اس پردال ہے۔

۳- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ایک شاہد حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی حدیث بھی ہوسکتی ہے، امام بیہقی اور ابوبکر شافعی نے اپنی سندوں سے بطریق شریک عن ابراھیم الھجری بیان کیا ہے۔ ابراھیم الھجری فرماتے ہیں کہ: أمنا عبدالله على جنازة على ابنته فكبر اربعا فمكث ساعة حتى ظننا انه كبر خمسا ثم سلم عن يمينه وعن شماله، فلما انصرف، قلنا له: ما هذا؟ قال: انى لا ازيد كم على ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنع(سنن بيهقى٤/١٣)الغيلانيات لابى بكر الشافعى كما فى العون ٨/٥١٤، شیخ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: واسناده ضعيف من اجل الهجرى، احکام الجنائز ص۱۲۱، لیکن اتنی ضعیف نہیں کہ بطور شاہد بھی پیش نہیں کی جا سکتی ہو کما قال استاذنا مولانا محمد رئیس الندوی رحمہ اللہ فی ''نماز جنازہ اور اس کے مسائل'' ص ۱۴۸۔

نماز جنازہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی دوسلام والی حدیث پر تنقیدات اور اس کے جوابات:

نماز جنازہ میں دوسلام سے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن لذاتہ ورنہ کم از کم حسن لغیرہ تو ضرور ہے اور حسن کی دونوں قسمیں محدثین کے نزدیک قابل احتجاج اور لائق استدلال ہیں کما لا یخفی علی المتبحر علی ذلک. لیکن اس کے باوجود کچھ اہل علم نے مختلف نوع کی جرحیں کی ہیں لیکن میری نظر وتحقیق میں یہ جرحیں لائق اعتناء نہیں ہیں، پھر بھی چونکہ ان سے بعض اہل علم وفضل متاثر ہوئے ہیں یا ہوسکتے ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ان جرحوں کو ایک ایک کرکے نقل کروں اور ان کا جواب شافی دوں وباللہ التوفیق۔

۱- **پہلا اعتراض:** اس حدیث کی سند میں حماد بن سلیمان واقع ہیں اور آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہوگئے۔

اس اعتراض کا جواب:

معترض کے اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ حماد بن ابی سلیمان مختلط راوی ہیں، اور ہر مختلط کی روایت قابل رد ہے، یہ قابل تسلیم نہیں۔

۲- **دوسرا اعتراض:** حماد بن ابی سلیمان اور ابراہیم نخعی مدلسین میں سے ہیں اور ان کی روایت تدلیس کی صورت میں ناقابل

قبول ہوتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں مدلسین میں سے تو ضرور ہیں لیکن طبقہ ثانیہ سے تعلق رکھتے ہیں اوران کی تدلیس مضر نہیں، اس بارے میں علائی کی مختلطین اور حافظ ابن حجر کی طبقات المدلسین اور الکواکب النیرات ملاحظہ ہو اور خاص طور پر ڈاکٹر قاسم بن سعد کی مناھج الامام فی الجرح والتعدیل۔

بہر حال یہ حدیث حسن ہے اور حدیث حسن قابل استدلال ہے اور چونکہ اس کے متعدد طرق ہیں اس لئے اگر ضعیف بھی ہو تو بھی تعدد طرق کی وجہ سے حسن لغیرہ ضرور ہے اور حسن لغیرہ سے بھی عندالمحدثین احتجاج واستدلال درست، لیکن علامہ زبیر علی زئی چونکہ حسن لغیرہ سے استدلال درست قرار نہیں دیتے اس لئے انہوں نے کہا ایک سلام میرے نزدیک راجح ہے۔ یہ ان کا اپنا اصول ہے محدثین کا نہیں۔ تدبر، فافهم۔

جو حضرات ابوامامہ باہلی وغیرہ کی روایتوں سے نماز جنازہ میں ایک سلام پر استدلال کرتے ہیں، یہ روایتیں ہمارے موقف کے معارض نہیں، یعنی ایک سلام واجب وفرض ہے اور دوسلام مشروع ومسنون لہٰذا دونوں قسم کی روایتوں میں تطبیق ہوجاتی ہے۔

ابوامامہ باہلی رضی اللہ کی حدیث بہت سے محققین نے صحیح قرار دیا ہے لیکن اس کے تمام طرق کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تسلیمۃ کا اضافہ عبدالرزاق صاحب المصنف کے علاوہ کسی نے نہیں کیا ہے اوران ہی سے ابن الجارود نے منتقی میں نقل کیا ہے۔ اس لئے اس لفظ کے شاذ ہونے میں تردد ہے۔ حدیث ابوامامہ کے تمام طرق کے لئے درج ذیل کتابیں دیکھیں: تحفۃ الاشراف ۱/۵۴-۱۳۸، ۲/۱۶۱، السنن الکبری للنسائی ۲/۴۴۹۔

بہرحال میرے نزدیک دلائل کی بنیاد پر نماز جنازہ میں دونوں سلام مشروع ہیں لیکن ایک سلام واجب وضروری ہے، جو حضرات ایک ہی سلام صحیح سمجھتے ہیں اور دو کو نہیں ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وعمل سے ہے اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال وافعال میں ایک ہی سلام کے انحصار کی بات کہنا شریعت پر اضافہ ہے اس سے احتراز ضروری ہے اور ایک سوال یہ بھی ہے کہ جو حضرات ایک سلام کے قائل ہیں کیا اسے صرف مسنون کہتے ہیں یعنی نماز جنازہ سے خروج کے لئے ضروری نہیں تو اس مقام پر گفتگو ہی بے کار ہے لیکن اگر وجوب سمجھتے ہیں تو حدیث ابوامامہ اس معنی کی دوسری حدیثیں اس پر دال نہیں کیونکہ کسی میں حکم نہیں یا ایسا لفظ نہیں جو وجوب پر دلالت کرتا ہے، ایسی صورت میں حدیث عموم کی طرف رجوع لازم ہوگا تاکہ نماز کی طرح نماز جنازہ میں سلام کو واجب قرار دیا جاسکے۔

هذا ما عندي، والله أعلم بالصواب

دار الإفتاء

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس